عرفان صحابہ

از سید محمد مثنیٰ

حصہ دوم

مکتبہ عارفہ مختار آباد روہتک

خداوند ذوالجلال نے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم جمعیۃ علمار ہند کو وہ جرأت و ہمت اور وہ استقلال عطا فرمایا جو ایسے موقعوں پر تاریخ کی ممتاز شخصیتوں کا حصہ ہوتا ہے۔

مولانا موصوف کی رفاقت میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب نائب صدر جمعیۃ علمار ہند جو پانچ چھ سال سے اختلاج قلب وغیرہ میں مبتلا تھے اور ضعف و نقاہت نے ایک حد تک گوشہ نشینی پر مجبور کر دیا تھا۔ ہمت مردانہ کے ساتھ اٹھے اور کمر استقلال بن کر کارکنان جمعیۃ علمار کی بزرگانہ سرپرستی فرمائی۔ اب یا تو مرض ہی نہ رہا تھا یا احساس مرض مفقود ہو گیا تھا۔ ان حضرات کے استقلال و استقامت نے جماعت کے کارکنوں میں نئی زندگی پیدا کر دی۔ ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور انھوں نے سر ہتھیلی پر رکھ کر وہ خدمات انجام دیں جو مسلمانان دہلی کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ خاص اس زمانہ میں کہ حکومت بلوائیوں کے زغہ میں تھی اور پیس کمیٹی کی تمام کوششیں ناکام ہو رہی تھیں۔ جٹی کہ ٹاؤن ہال جو امن کمیٹی کا مرکز تھا۔ اس کے گرد لاوارث نعشیں جگہ جگہ پڑی ہوئی تھیں۔ ہندو دوستوں نے پریشان ہو کر حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا احمد سعید صاحب، سید محمد جعفری صاحب، حافظ محمد نسیم صاحب وغیرہ ارکان پیس کمیٹی سے التجا کی کہ وہ مسلمانوں کو لے کر اوکھلا شریف لے چلیں جہاں ان کی حفاظت اور آسائش کا پورا انتظام کر دیا جائے گا ورنہ خطرہ ہے کہ اس بحرانی دور میں وہ اپنے قوم پرور مسلم دوستوں کی حفاظت نہ کر سکیں گے اور شرمساری کا یہ داغ ہمیشہ ان کی پیشانی پر رہیگا۔ اس وقت جماعت کی ترجمانی کرتے ہوئے شیر دل حفظ الرحمٰن نے کہا۔

وطن عزیز کی آزادی کی کوشش اس لئے نہیں کی تھی کہ ہم کسی کیمپ میں

جاکر پناہ لیں۔ ہم اپنے مکانات اور اپنے محلوں میں رہیں گے اور صبر و استقامت سے اس بغاوت کا مقابلہ کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شہید ہو جائیں گے۔

زعیم جماعت کے اس عزم نے ساری جماعت کے حوصلے بلند کر دیئے۔ ان کے بعد سے پر تمام مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں جم گئے اور مسلمانوں کے تغلب کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں۔

ثبات و استقلال کی چند مثالیں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تغلب کی جدوجہد کو ناکام کرنے میں ان خاموش بزرگوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے جن کا عقیدہ تھا کہ مصائب اور خطرات کے اس طوفان کو برداشت کرنا جہاد ہے اور دہلی کو چھوڑ دینا ایک مسلم کش گناہ عظیم ہے جو فرار من الزحف کی حیثیت رکھتا ہے ان میں سے ایک بزرگ نے تو اپنے متوسلین سے یہاں تک کہدیا تھا کہ اس زمانہ میں جان بچانے کے لئے پاکستان تو درکنار مکہ معظمہ جانا بھی معصیت ہے یہ وہ بزرگ تھے جن کے ایک جوان عمر صاحبزادے ان فسادات کے دوران میں شہید بھی کر دیئے گئے تھے لڑکے کی شہادت سے چند روز بعد پوتے کا بھی انتقال ہو گیا اور جب کچھ دنوں بعد فسادات کی ختم رسیدہ صاحبزادی اور چار سالہ نواسی کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ نے اپنے بے نظیر صبر و استقلال کی وجہ یہ بیان کی کہ جس مصیبت میں عام مسلمان مبتلا ہیں ان کے سامنے اولاد کی مصیبت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے ہی اکابر کے استقلال نے اُجڑنے والی دہلی میں مسلمانوں کی آبادی کو باقی رکھا اور جب ماہ اکتوبر کے آغاز میں فسادات کا بحرانی دور ختم ہو رہا

Marfat.com

تھا اور بڑی حد تک حالات پر قابو پا لیا گیا تھا تو پونے پانچ لاکھ مسلمانوں میں سے تقریباً ساڑھے تین لاکھ مسلمان دہلی میں موجود تھے۔ صرف فساد زدہ علاقوں کے مسلمان پاکستان یا بو۔ پی وغیرہ چلے گئے تھے۔

رہنمایان جمعیۃ علماء ہند۔ مولانا آزاد۔ پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم اور مہاتما گاندھی کی جدوجہد سے پورا صدر بازار (جہاں اسی فیصدی دوکانیں ٹھوک فروش مسلمان تاجروں کی تھیں) محفوظ رہا تھا۔ کسی ایک دوکان پر بھی حملہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن افسوس جن دماغوں کی رگوں میں پاکستان کا تصور رچ چکا تھا وہ اسی تصور میں غلطاں و پیچاں رہے۔ ان کے نزدیک صرف ان کی ذات ملت اسلامیہ تھی۔ اور ذاتی فائدہ ملت اسلامیہ کا مفاد تھا انھوں نے دہلی اور مسلمانان دہلی کے مفاد کو پس پشت ڈالا۔ اور جیسے ہی امن کا دور آیا۔ دوکانیں فروخت کرنی شروع کر دیں۔ مکانات پر گڑی کی رقمیں وصول کیں اور پاکستان روانہ ہو گئے اور امن کے دور میں دہلی کی مسلم اقلیت کو ساڑھے تین لاکھ سے گھٹا کر صرف ڈیڑھ لاکھ کر دیا جو اس وقت موجود ہے خداوند عالم اس تعداد میں برکت عطا فرمائے اور دہلی کی تمام مسجدیں اور مدرسے پھر پہلے کی طرح آباد ہوں۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

مہاتما گاندھی کی آمد اور قوم پرور جماعت کی تائید و حمایت

باخبر حضرات کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے تخلیہ اور پنڈت جواہر لال نہرو کی حکومت کو ختم کر دینے کی سازش تقریباً کامیاب ہو چکی تھی۔ دفعتہً مہاتما گاندھی کے دہلی پہنچنے نے ان سازشوں کو ناکام کر دیا۔ جب دہلی میں فساد شروع ہوا۔ مہاتما گاندھی کلکتہ میں "قیام امن" کے مشن کو کامیاب کر رہے تھے۔

Marfat.com

دہلی کے وحشت انگیز حالات نے آپ کو دہلی پہنچنے پر مجبور کر دیا۔ آپ غالباً ۹ ستمبر کو دہلی پہنچے۔ آپ کی تشریف آوری نے پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا آزاد کو فاشحانہ قوت عطا فرما دی۔

اکثریت کے دماغ پر فرقہ پرستی کا بھوت سوار تھا۔ آپ نے تمام علمی۔ دماغی اور عملی طاقت اس بھوت کے اُتارنے میں صرف کر دیں۔

آپ کا تمام دن انفرادی طور پر ہندو مسلم زعماء سے تبادلۂ خیالات اور فہمائش میں صرف ہوتا۔ اور شام کو عبادتی جلسہ (پرارتھنا) میں ہزاروں حاضرین کے سامنے امن و اتحاد کی تلقین کرتے۔ اکثریت کے مظالم اور مسلمانوں کی مظلومیت پر افسوس و الم کا اظہار کرتے ہوئے مشفقانہ نصیحتیں فرماتے۔

آپ کی تقریروں کے ریکارڈ تیار کر لئے جاتے اور پھر متعدد اوقات میں ریڈیو پر یہ ریکارڈ سنائے جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی یہ تقریریں فہم و دانش کا بہترین خزانہ ہیں اکثریت کو جہاں بانی اور ترقی پذیر معاشرت کے زریں اصول کی تعلیم دیتی ہیں کاش ان گراں قدر اصول کی حقیقت کو سمجھا جائے اور ان پر عمل کی کوشش کی جائے۔

۹۵ فیصدی ہندو سچی عقیدتمندی کے ساتھ آپ کو مہاتما مانتے تھے اور مہاتما گوتم بدھ کی طرح آپ کی پرستش کے لئے تیار تھے۔

آزادی ہند کی تحریک میں آپ کامیاب ہو چکے تھے اور آپ کو آزاد ہندوستان کا مہاتما تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اگر آپ ان فسادات کے زمانہ میں خاموشی اختیار کر لیتے تو آپ کی لیڈری اور عظمت و جلالت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا تھا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ تہذیب و انسانیت کے سچے خادم تھے آپ مذہبی انسان تھے اور تمام مذاہب

کا احترام آپ کا پختہ عقیدہ بن گیا تھا۔ تقریباً بیس سال سے آپ کا اصول تھا کہ پرارتھنا کے شروع میں "گیتا" کے چند شعر، سورۃ فاتحہ اور بائبل کی چند آیتیں پڑھواتے تھے اس پر آشوب دور میں آپ کے معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس موقعہ پر آپ کی صداقت اور راستبازی کا امتحان لیا گیا۔ اور آپ کامیاب ثابت ہوئے۔

شورش پسند ہندوؤں اور سکھوں نے قرآن حکیم کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ اور آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان میں بے گناہ انسانوں پر ظلم کرنیوالے مسلمانوں کا قرآن شریف نہ پڑھا جائے۔ یہ بھی اعتراض کیا گیا کہ آپ ایک مندر میں پرارتھنا کرتے ہیں مندر کے احترام کا تقاضا ہے کہ اس میں قرآن شریف نہ پڑھا جائے۔ لیکن مہاتما گاندھی نے ان تمام اعتراضات کا جواب اپنے عزم و استقلال سے دیا آپ نے فرمایا پرارتھنا کے لئے نہ مندر کی ضرورت ہے نہ مجمع کی۔ یہ ممکن ہے کہ مندر میں پرارتھنا نہ ہو۔ میں اس کا خواہاں بھی نہیں کہ اتنا بڑا مجمع پرارتھنا میں شریک ہو۔ میں تنہا اپنے گھر میں پرارتھنا کروں گا مگر پرارتھنا اسی طرح ہوگی۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

جمعیۃ علماء ہند کے حضرات کو تحریک آزادی کا علمبردار ہونے کی حیثیت سے مہاتما گاندھی سے ہمیشہ سے تعلق تھا مگر جب آپ ۹ ستمبر کو دہلی پہنچے تو حفاظت امن اور ترقی وطن کے مشترک مقصد نے ایک نیا رشتہ قائم کر دیا۔

حالات کا تقاضا اور خود مہاتما گاندھی کا اصرار تھا کہ صحیح حالات سے مہاتما گاندھی کو باخبر رکھا جائے چنانچہ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب حضرت مولانا احمد سعید صاحب نے اپنے چند رفقاء[1] کے ساتھ یہ خدمت اپنے ذمہ لی اور ۱۱ ستمبر سے ۱۷ ستمبر کے درمیان تقریباً

---

[1] (۱) جناب سید محمد صاحب جعفری۔ سابق مدیر اخبار روزنامہ ملت جو زمانہ خلافت میں مولانا محمد علی

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

مہاتما گاندھی کے یہاں پہنچے اور صحیح حالات پیش کرکے مہاتما گاندھی کی ہمدردی و رہنمائی حاصل کرتے۔

پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم حکومت ہند مہاتما گاندھی کے بعد دوسرے شخص تھے جو والہانہ انداز میں مسلمانوں کے سر سے اس مصیبت کو دور کرنے کی جد وجہد کرتے رہے متعدد بار آپ مشتعل ہجوم کے سامنے پہنچ گئے اور اپنی ہمت و جرأت سے اس کا مقابلہ کیا۔

انسانیت اور شرافت کے تقاضے کے سوا مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال اس حقیقت کو بھی پوری طرح سمجھتے تھے کہ یہ خلفشار اگر مسلمانوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس کا دوسرا قدم یہ ہوگا کہ ہندوؤں کو سینکڑوں فرقوں پر تقسیم کرکے ملک کے بیشمار حصے کر دیگا

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کو ملکی مفاد کے علاوہ ہمدردی ملت نے بھی مجبور کر دیا تھا کہ وہ نصر وزارت سے باہر نکل کر دہلی کے گلیوں اور کوچوں میں پہونچیں جگہ جگہ تقریریں کرکے امن کو بحال کرنے کی کوشش کریں اور مسلمانوں کے داغوں سے خوف و ہراس اور سراسیمگی کو دور کریں

ان بزرگوں اور رہنماؤں کے علاوہ کانگریس کے ہندو نوجوان اور کانگریسی کارکنوں کو کانگریس اصول کے احترام نے مجبور کر دیا تھا کہ وہ ترقی ملک کو تباہ کر دینے والے سیلاب کا مقابلہ پوری گرمجوشی سے کریں۔

مختصر یہ کہ مہاتما گاندھی آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند اور مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کے مخلصانہ جذبات اور سچی ہمدردی نے جمعیۃ علماء اور کانگریس کے کارکنوں کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صاحب کے رفیق رہ چکے ہیں۔ اور پھر ہمیشہ ایک قوم پرور کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ (۲) جناب محترم حافظ حاجی محمد نسیم صاحب سوداگر مل احاطہ کالیہ صاحب۔ آپنے اپنی خدمات کے ساتھ اپنی موٹر کار بھی ریلیف کے کاموں میں مصروف کر رکھی تھی۔

ایک جماعت کو منظم کر دیا۔ اور اس جماعت نے ان مقاصد کے لئے اپنی پوری پوری جدوجہد وقف کر دی جو کچھ عرصہ بعد مہاتما گاندھی کا مشن قرار پا گئے یعنی

(۱) انڈین یونین سے فرقہ واریت کو ختم کر کے آپس کے میل ملاپ اور پریم و محبت کی مضبوط بنیاد ڈالی جائے۔

(۲) امن کو باقی رکھنے کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کی جائے اور اس مقصد کے لئے اپنی جان تک سے دریغ نہ کیا جائے۔

(۳) پاکستان اور انڈیا میں ایسی فضا پیدا کی جائے کہ وطن کو چھوڑنے والے اپنے اپنے وطنوں میں واپس ہوں۔

(۴) ترک وطن کے بزدلانہ مرض کو دور کیا جائے اور ہر شخص میں وہ قوت اور وہ اعتماد پیدا کیا جائے کہ سخت سے سخت حالات میں بھی وہ ترک وطن پر آمادہ نہ ہو۔

(۵) موقع دیا جائے کہ انڈین یونین میں عموماً اور دہلی[۲] میں خصوصاً مسلمان باعزت زندگی بسر کر سکیں اور آزادی سے اپنے مذہبی[۳] مراسم ادا کر سکیں۔

---

[۱] گاندھی جی کی وصیت پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں کو یہی تھی کہ ترک وطن پر موت کو ترجیح دیں اور یہی پیغام لے کر وہ دو مرتبہ پانی پت کے مسلمانوں کے پاس پہونچے اور گھاسیڑہ ضلع گوڑگانوہ پہنچ کر میو قوم کے ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کو بھی یہی وصیت کی۔

[۲] دہلی میں مسلمانوں کے قیام و بقا کے لئے مسلم علاقے مقرر کرائے کہ ان علاقوں میں کوئی غیر مسلم آباد ہونے کی کوشش نہ کرے۔

[۳] مہرولی سے تمام مسلمان فساد کے زمانہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مزار چھوڑ کر دہلی چلے آئے تھے۔ جب عرس کا زمانہ آیا تو مہاتما گاندھی نے عرس کے انتظامات کرائے اور عرس کے روز ۲۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو خود مزار پر حاضر ہوئے اور فاتحہ کے مراسم میں شرکت کی۔

Marfat.com

اراکین جمعیۃ علماء کی امدادی خدمات

اس خلفشار اور بربادی و تباہی کے۔ پُرآشوب دور میں قدرتی طور پر خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا اور پھر رہنمایان جمعیۃ علماء کی حسن تدبیر اور مخلصانہ جدوجہد کی بدولت قوم پرور مسلمانوں کو با اقتدار ارباب حکومت کے حلقہ میں جو اعتماد حاصل ہوگیا تھا۔ اس کے بموجب خدمت خلق کا ذریعہ بھی ان پر زیادہ اہمیت کے ساتھ عائد ہو رہا تھا۔ چنانچہ ان اہم مختلف ضرورتوں کی انجام دہی کے لئے سنٹرل مسلم ریلیف کمیٹی قایم کی اور اس کے مختلف شعبے اور ہر شعبے کے کارکن اور انچارج مقرر کر دیئے گئے۔

(۱) فسادات کے طوفانی دور میں جو مسلمان کسی مقام پر گھر جاتے تھے ان کو وہاں سے نکال کر کسی محفوظ مقام پر پہنچانا سب سے مقدم اور سب سے اہم کام تھا۔

اس پُرخطر خدمت کے انچارج خود حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تھے۔ جس کو اپنے مخلص رفقاء کے تعاون سے انجام دیتے۔ اس سلسلہ میں حکومت سے بھی ٹرک اور فوجی لاریاں حاصل کی جاتیں۔

اور اگر صاحب استطاعت دردمند حضرات جمعیۃ علماء کے لئے کچھ ٹرک مہیا کر دیتے تو یہ خدمت اس سے بھی زیادہ وسیع پیمانہ پر انجام دی جا سکتی تھی اور بہت سی جانیں محفوظ کی جا سکتی تھیں۔ مگر افسوس ایسا نہ ہوا تاہم خدا کا شکر ہے کہ آج اس بے روگ اور پرخلوص مگر پرخطر خدمت کی بدولت دہلی میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمان نظر آتے ہیں

طوفانی دور کے بعد جب ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں آمد و رفت شروع ہوگئی تھی اور صرف اکا دکا محلوں کا سلسلہ باقی رہ گیا تھا، تو اس خدمت نے دوسری شکل اختیار کر لی۔ مثلاً خبر زنی یا غائبہ کے متعدد واقعات بیک وقت ہوگئے اور شہر میں کرفیو نافذ کر دیا

عہ مقصد کتاب کے پیش نظر اس موقعہ پر صرف جمعیۃ علماء کی خدمات کو سپرد قلم کیا گیا ہے۔ اس ہولناک

گیا تو ایک محلے کے باشندے دوسرے محلے میں گھر جاتے تھے اور چونکہ خونریزی کے واقعات اس روز ہو چکے ہوتے تھے تو ہر شخص اپنے عزیز کی طرف سے پریشان رہتا تھا ایسی صورت میں جمعیۃ علماء کے کارکن کرفیو پاس حاصل کرتے اور پولیس سے یا کسی اور ذریعے ٹرک حاصل کر کے ہر شخص کو اس کے محلے میں پہونچاتے

(۲) ہمایوں کے مقبرہ میں پناہ گزینوں کا کیمپ جمعیۃ علماء نے قایم کیا تھا جامعہ ملیہ کا اشتراک اور تعاون اس کو حاصل تھا۔ اور اس کی نگرانی جمعیۃ علماء کے اکابر اور ان کے علاوہ شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے سپرد تھی۔ اس کیمپ میں ضروریات کی فراہمی خدمات کا دوسرا شعبہ تھا جو جمعیۃ اور جامعہ ملیہ کے حلقوں کے کارکنان کے سپرد تھا۔

(۳) تاراج شدہ مال اور جائداد کے متعلق قانونی چارہ جوئی خدمات کا تیسرا شعبہ تھا۔ وکلاء[1] کی ایک کمیٹی اس خدمت کی ذمہ دار تھی جو اس وقت بھی کسٹوڈین کے محکمہ اور فوجداری کیسوں کے مقدمات کی پیروی جمعیۃ کی جانب سے کرتی ہے۔ بیسیوں بے کس و بے بس بندگانِ خدا اس شعبہ کی خدمات کی بدولت پھانسی کے تختہ سے آزاد ہو کر از سر نو زندگی حاصل کر چکے ہیں۔

(۴) مسلم علاقوں کی حفاظت ایک نہایت پیچیدہ اور نازک کام تھا۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ جس تیزی سے شرنارتھیوں کا ہجوم مسلم محلوں پر قبضہ کر رہا تھا اتنی ہی تیزی سے مسلمان اپنے محلوں اور مکانات کو خالی کرتے جا رہے تھے اگر یہ سلسلہ باقی رہتا تو دس پندرہ روز میں تمام دہلی مسلمانوں سے خالی ہو جاتی اور کسی مسلمان کے بچہ کا بھی دہلی میں نام و نشان نہ رہتا۔

---

[1] مسٹر سلطان یار خاں صاحب وکیل رکن صوبہ جمعیۃ علماء دہلی ہیں اس کے ہیڈ ہیں آپ

جب مہاتما گاندھی اور وزیر اعظم حکومت ہند اور دوسرے صاف دماغ نیکدل
زمداران حکومت کو یہ صورت سمجھائی گئی تو ان حضرات نے کچھ علاقے مقرر کر دیئے کہ ان
ان علاقوں میں اگر مسلمانوں کے مکانات خالی بھی ہوں تب بھی کسی غیر مسلم کو کسٹوڈین کی
طرف سے یہ مکان نہ دیا جائیگا۔ بلکہ کسی مسلمان کو اس مکان میں آباد کیا جائیگا ورنہ خالی رکھا جائیگا۔

یہ سیدھی سادھی اسکیم جس پر امن داعتدال کے زمانہ میں لوگ تعجب کیا کریں گے
اس وقت نئی طاقتوں سے متصادم ہو رہی تھی۔

ایک طرف وہ لاکھوں پناہ گزیں تھے جو بیوی بچوں کو لئے ہوئے پلیٹ فارموں
فٹ پاتھ یا چٹائیوں سے چھپائے ہوئے جھونپڑوں میں سردی اور بارش کی مصیبتیں برداشت
کر رہے تھے۔ اور جو بسا اوقات اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دے کر ہر طاقت سے
ٹکرانے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔

انسانی ہمدردی بھی پولیس کی شدت اور کرختگی کو ان کے حق میں نرم کر دیتی تھی
اس کے علاوہ ۹۵ فیصدی پولیس ان پناہ گزینوں سے قرابت، دوستی یا وطنیت کا
رشتہ رکھتی تھی۔

دوسری جانب وہ خود غرض مسلمان تھے۔ جو خفیہ طور پر اپنے مکانات کا سودا ان
پناہ گزینوں سے کر لیتے تھے۔ اور پگڑی کی معقول رقم وصول کر لیتے تھے۔

تیسری جانب وہ خوف زدہ مسلمان تھے جو کسی شرنارتھی کا محلہ میں آجانا سب
سے بڑا خطرہ تصور کرتے تھے۔ اور خنجر زنی اور فائر وغیرہ کے رات دن کے واقعات نے
ان کے خوف کو صحیح ثابت کر دیا تھا۔

جمعیۃ علماء کے کارکنوں کو ان تمام متصادم جذبات کی پیچیدگیوں کو حل کرنا پڑتا تھا

Marfat.com

شب و روز بیشمار واقعات پیش آتے تھے کہ کسی خالی مکان کی نشان دہی کسی خود غرض دلال نے کر دی۔ یا طامع اور حریص مکاندار نے کچھ رقم لے کر خود رہنمائی کر دی اب ایک شرنارتھی خالی مکان پر قابض ہے۔ زبردستی سے کہ بان یا تو وارد کھا کر قبضہ کر رہا ہے۔ آس پاس کے مسلمان جمعیۃ کے دفتر میں دوڑے آ رہے ہیں۔ جمعیۃ علماء کے کارکن وہاں پہونچکر حسب صورت سے بھی بن پڑتا ہے۔ خوشامد درآمد کر کے یا پولیس کو اُس کا فرض مناسب انداز سے جتلا کر ان کی امداد کرتے اور ان کو اپنی جگہ قایم رکھنے کی جد جہد کرتے

اُن خاص حضرات کے علاوہ جو اس خدمت پر مامور تھے حلقہ وار جمعیتوں کے صدر اور ناظم صاحبان بھی اپنے اپنے حلقہ میں اس خدمت کے ذمہ دار تھے۔

لیکن جمعیۃ علماء کے ذمہ دار اکابر مسلمانوں کی ہمدردی کے ساتھ شرنارتھیوں کی پریشانی کا بھی پورا احساس رکھتے تھے اور اگر ایک طرف مسلمانوں کی لاچارگی اور سراسیمگی ان کے جگر کو خون کر رہی تھی تو دوسری طرف شرنارتھی بھائیوں کی مصیبت اور پریشانی بھی ان کو خون کے آنسو رُلاتی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پیس کمیٹی کے ارکان کی حیثیت سے شرنارتھیوں کی مختلف مصیبتوں کے حل کرنے میں پیش پیش رہتے تھے مخلص کارکنان کانگریس کے ہمنوا ہو کر ان حضرات نے مہاتما گاندھی کو بھی توجہ دلائی۔ ارکانِ حکومت پر بھی پورا زور ڈالا کہ بے پناہ شرنارتھیوں کی پناہ کے لئے مکانات مہیا کئے جائیں۔

وہ سرکاری بارگیں یا کوارٹر جو زمانۂ جنگ کے بعد خالی ہو گئے تھے ان کو معلوم کر کے ارباب حکومت کو بار بار اصرار کے ذریعہ مجبور کیا کہ ان پناہ گزینوں کو وہاں آباد

کیا جائے۔ چنانچہ پناہ گزینوں کی ایک اچھی تعداد اس طرح پرآنند پربت اور بیلا روڈ وغیرہ پرآباد کر دی گئی۔ مگر ساڑھے چار لاکھ پناہ گزینوں کیلئے زائیں گنجائش فی الوقت اب تک حکومت ان کے لئے پوری طرح انتظام کر سکی ہے اور یہ معاملہ آج تک حکومت کے لئے حد درجہ نازک بنا ہوا ہے۔ البتہ خدا کا شکر ہے کہ شرنارتھیوں کے رد یہ میں بہت کافی تبدیلی ہو گئی ہے اور مسلمانوں کا خوف و ہراس بھی اب تقریباً زائل ہو چکا ہے اور اب ممکن ہو گیا ہے کہ مسلم حلقوں کی نیو دمیں تخفیف کر دی جائے۔ چنانچہ کارکنان جمعیۃ کے فریضہ میں بھی قدرتی طور پر تخفیف ہو گئی ہے اور اب جد و جہد یہ ہے کہ جو وحشت اور بے اعتمادی باقی رہ گئی ہے وہ بھی ختم کر دی جائے۔ اور ایک دوسرے کے تعلقات خوشگوار اور زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو جائیں۔ اور ملی جلی آبادی میں باہمی میل جول کی روح پیدا کی جائے۔

دہشت انگیزی، خنجر زنی اور ناجائز قبضہ کے دور میں حکومت نے محسوس کیا کہ جماعتوں کے چند ذمہ دار اور بعض معززین شہر کو اسپیشل مجسٹریٹ بنایا جائے نوجوانوں کی اسپیشل پولیس بنائی جائے تاکہ قیام امن میں سہولت ہو سکے۔ اس سلسلہ میں بھی دوسرے حضرات کے علاوہ جمعیۃ علماء کی خدمات خاص طور پر حاصل کی گئیں ان ذمہ دار حضرات اور نوجوانوں کی مخلصانہ خدمات قیام امن میں بہت زیادہ مفید ثابت ہوئیں۔

تقریباً چھ ماہ تک مسلمانوں کا قبرستان میں جانا بھی خطرہ سے خالی نہیں تھا مذکورہ بالا . . . نوجوانوں . . . . . کا ایک کام یہ بھی تھا کہ میتوں کے وارث دفتر جمعیۃ علماء میں آتے اور ان بندوق بردار رضاکاروں کو ساتھ لیکر قبرستان جاتے۔

(۶) پہاڑ گنج ۔ سبزی منڈی وغیرہ کے مسلمان ایسے نازک حالات میں اپنے گھروں سے نکلے تھے کہ بدن کے کپڑوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ ان کا تمام سامان اور اسباب ان کے پیچھے لوٹ لیا گیا۔ مکانوں کے فرش اکھاڑ کر زمین میں گڑے ہوئے خزانے بھی غصب کر لئے گئے ۔ مگر تاہم وہ لوگ بھی تھے جن کا مال و اسباب یا دفینہ محفوظ رہ گیا تھا اور کسی وجہ سے لوٹنے والوں کے ہاتھ نہ لگ سکا تھا۔ جمعیۃ کے ماتحت سنٹرل مسلم ریلیف کمیٹی کے انچارج مالک کے ہمراہ پولیس فورس کے ذریعہ اس کو حاصل کرکے مالک کے حوالہ کر دیتے تھے۔

(۷) ان تباہ شدہ ننگے بھوکے مسلمانوں کی مالی امداد بھی ایک اہم ترین خدمت تھی۔ اہلِ خیر حضرات کی اعانت سے جمعیۃ علماء ہند نے اس خدمت کو بھی انجام دیا۔ حسب ضرورت کپڑے دیئے گئے۔ نقد امداد بھی کی گئی اور سردیوں کے موسم میں کمبل لحاف وغیرہ بھی بڑی تعداد میں تقسیم کئے گئے اور اس طرح مصیبت زدہ بے کس مسلم پناہ گزینوں کو مصیبت سے نجات دلانے کی سعی کی گئی۔

Marfat.com

(۸) مشرقی مغربی پنجاب اور دہلی کے قیامت انگیز ہنگاموں میں ہزاروں عورتیں اغوا کی مصیبت میں مبتلا ہوئیں۔

ماں باپ اعزا اور اقربا قتل ہوئے اور یہ بیکس و لاوارث ستم رسیدہ وحشی انسانوں کی ہوا پرستیوں کا تختۂ مشق بنیں۔

ہزاروں ماں باپ اپنی معصوم بچیوں کو تلاش کر رہے تھے۔ ہزاروں شوہر اپنی رفیقۂ حیات کے دردناک فراق کا صدمہ برداشت کر رہے تھے اور وہ ستم رسیدہ خواتین جبر و قہر کے شکنجوں میں بے بس اور لاچار تھیں۔ چند ماہ بعد ان مظلوموں کی خاموش کراہ پاکستان اور انڈین یونین کے ذمہ داران حکومت کے کانوں تک پہنچی پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم حکومت ہند۔ لیڈی لارڈ مونٹ بیٹن (گورنر جنرل انڈین یونین اور نواب زادہ لیاقت علی خاں (وزیر اعظم حکومت پاکستان) نے اس طرف خاص توجہ منعطف کی۔ پاکستان اور انڈین یونین میں ایسے اداروں اور ایسی جماعتوں کے کارکنوں کے لئے سہولتیں مہیا کی گئیں کہ وہ اغوا شدہ لڑکیوں کو برآمد کر سکیں۔ مثلاً جمعیۃ علماء کے چند کارکنوں کو پروانے (امپارٹی لیٹر) دیدیئے گئے تھے۔ جن میں ان کے فوٹو کے ذریعہ ان کا تعارف کرایا گیا تھا اور حکام پولیس کو ہدایت کی گئی تھی کہ حسب ضرورت ان کی امداد کریں۔

انڈین یونین میں محترمہ رامیشوری نہرو اس سلسلہ کی انچارج تھیں۔ مگر افسوس ذرائع سراغ رسانی کے فقدان کے باعث اور کچھ دوسری وجوہات کی بنا پر خاطر خواہ کامیابی نہ پاکستان میں ہو سکی نہ انڈین یونین میں۔ اس سلسلہ میں عجیب و غریب عبرت انگیز واقعات پیش آئے جن سے سوسائٹی کی کمزوریوں کا حسرتناک احساس ہوا۔ البتہ

Marfat.com

بعض واقعات ایسے بھی ہیں جو اس زخم کے لئے مرہم کا کام کرتے ہیں۔ایک واقعہ بطور مثال درج ذیل ہے۔

ایک پیکرِ شرم وحیا قرآن حکیم ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ایک جفاکار تلوار کو چمکاتا ہوا ہدایت کرتا ہے "قرآن کو پھینکدے" معصوم بچی کی پیشانی پر شکن پڑجاتی ہے۔ تیز تیز نگاہوں سے اسکی طرف گھورتی ہے اور قرآن حکیم و فرقان حمید کو سینہ سے لگالیتی ہے۔ستمگر وحشی کا خنجر آبدار حرکت کرتا ہے اور اس مجسمہ ایمان و استقامت کا سر گردن سے جدا کردیتا ہے۔ افاض اللہ علیہا شآبیب رضوانہ

خدا جانے اس قسم کے کتنے واقعات پیش آئے ہوں گے۔لیکن افسوس فلک کج رفتار کے دست جفا شعار نے ان کا نام و نشان اس طرح مٹادیا کہ مورخ کی جستجو اب تک سعی لاحاصل رہی اور غالباً آئندہ بھی کامیاب نہ ہوگی۔

(۹) مساجد کی واگذاری

قرول باغ۔سبزی منڈی۔پہاڑ گنج اور نئی دہلی کی مساجد جہاں مسلمان نہیں رہے تھے ان میں غیر مسلم شرنارتھیوں نے بود و باش شروع کردی۔بہت سے وہ بھی تھے جو مسجد کو مستحق احترام سمجھتے تھے۔لیکن نٹ پاتھ۔یا ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم کے مقابلہ میں سر چھپانے کے لئے ان لوگوں نے مسجد کو غنیمت سمجھا اور وہیں ڈیرا ڈال دیا تھا۔

مہاتما گاندھی نے جب اس پر احتجاج کیا تو ان کے برت کے زمانے میں ایک کمیٹی بنائی گئی اور طے کیا گیا کہ ان لوگوں کے لئے تیس ہزاری کے میدان میں کیمپ بنائے جائیں۔چنانچہ کمیٹی کے ارکان شرنارتھیوں کو مسجد خالی کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور ان کیمپوں میں آباد کرتے تھے۔

Marfat.com

اس کمیٹی کے انچارج مسٹر مہر چند کھنہ تھے جو صوبہ سرحد کی ڈاکٹر خان منسٹری کے ایک رکن رہ چکے تھے۔

تقریباً ساڑھے تین سو مساجد پر شرنارتھیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اب صرف ایک سو پانچ مسجدیں باقی رہ گئی ہیں۔ ان کی واگذاری کی کوشش جاری ہے۔

مہاتما گاندھی کا برت

بلوائیوں کا وہ ہجوم جو سیلاب کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا ستمبر کے آخر میں ختم ہو گیا تھا۔ لیکن چھوٹے چھوٹے بالانفرادی حملوں کا سلسلہ ایک دائمی مرض بن گیا تھا۔

ایک روز پل بنگش کے قریب ایک مکان میں گھس گئے۔ فوج کے سپاہیوں نے مداخلت کی۔ فریقین کے چند آدمی زخمی ہوئے۔ مگر فوراً شہر میں یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ تین ہندو قتل کر دیئے گئے۔ اور دو لاپتہ ہیں۔ اس افواہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں پر جگہ جگہ حملے شروع کر دیئے گئے۔ فتحپوری کے قریب سات آٹھ مسلمان مجروح اور مقتول ہوئے۔

اسی طرح دفعتاً صدر بازار میں بم پھینکا گیا اور اس سے پورے حلقہ میں اضطراب پھیل گیا۔

ایک روز شرنارتھی عورتوں کا ایک ہجوم بھاٹک حبش خاں کے مکانوں میں گھس گیا۔ پیچھے پیچھے ان کے مردوں نے دوکانوں کے تالے توڑنے اور مکانات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ فوراً سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ پولیس کا دستہ لے کر پہنچے۔ اسپیشل پولیس نیز جمعیۃ علماءِ ہند کانگریس کے ذمہ دار حضرات بھی وہاں پہنچ گئے۔ پانچ چھ گھنٹے کی جدوجہد کے بعد کچھ قابو پایا گیا۔ مگر اس

محلہ کے حالات تقریباً ایک ہفتہ بعد سکون پر آئے۔

۱۳ر جنوری کو ہمدرد[1] دواخانہ کے قریب ایک پنجابی نوجوان نے چند مسلمانوں پر جو ایک دوکان (بھارت پینٹنگ ہاؤس) میں بیٹھے ہوئے تھے ریوالور سے ۶ فائر کر دیئے۔ تین مسلمان[2] شہید اور ایک مجروح ہو گئے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ اس سے دو ایک روز پہلے اسی مقام پر ہو چکا تھا۔

مال چھین لینے، دوکانوں کے تالے توڑ دینے وغیرہ کے واقعات روزمرہ کی عادت ہو گئے تھے۔ ان واقعات کے تسلسل نے رہنمایانِ جمعیۃ علماء ہند کو مجبور کیا کہ وہ ذمہ دارانِ حکومت سے فیصلہ کن بات چیت کریں کہ اگر ظلم و نسق کی یہی صورت ہے تو دہلی کے باقی ماندہ مسلمانوں کو اجازت دی جائے کہ وہ کسی امن کی جگہ چلے جائیں۔ ذمہ دارانِ جمعیۃ علماء کی ملاقات ان واقعات کے سلسلہ میں گاندھی جی سے روزانہ ہوتی رہتی تھی۔ ایک روز حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنے رفقاء کی ترجمانی کرتے ہوئے مہاتما گاندھی سے اظہار خیال کیا۔

مہاتما گاندھی نے غالباً ۲۱ر دسمبر کو پنڈت جواہر لال نہرو، سردار پٹیل، مولانا آزاد اور دوسرے ذمہ دارانِ حکومت کو اپنے یہاں طلب کیا۔ وفد جمعیۃ کے حضرات بھی تشریف لے گئے اور تمام پہلوؤں پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔

---

[1] یہ مشہور دواخانہ بازار لال کنواں میں جمعیۃ علماء کے صدر دفتر کے قریب ہے۔ [2] انصار صاحب شیر کوٹی مالک "پرنٹنگ ہاؤس" اخلاق صاحب پرنٹر۔ نہال احمد شہید ہوئے مجروح ہونے والے حاجی محمد یحییٰ صاحب منیجر ہمدرد دواخانہ تھے جو چند روز بعد شفایاب ہو گئے

۲۶، ۲۷ دسمبر کو لکھنؤ میں مسلمانانِ ہند کی کانفرنس مولانا آزاد کی زیر صدارت ہونیوالی تھی۔ مہاتما گاندھی نے تمام باتوں کو سننے کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب وغیرہ سے فرمایا کہ آپ حضرات اس کانفرنس میں شرکت کریں اور مجھے موقع دیں کہ میں کچھ دنوں حالات کا جائزہ لے سکوں۔

لکھنؤ کانفرنس کا زمانہ دہلی میں خیریت سے گذر گیا۔ لیکن دو ایک روز بعد پھر اس قسم کے واقعات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جنوری کے پہلے ہفتہ میں ریلوے اسٹیشن دہلی پر بم پھٹا۔ مگر نشانہ کچھ ٹھیک نہیں بیٹھا اور وہ مسلمان عورتیں اور بچے بال بال بچ گئے جو بمبئی جانے کی غرض سے رات کو اسٹیشن پر جمع ہو گئے تھے اس سے چند روز بعد غالباً ۱۲ جنوری ۴۸ء کو تیس کے قریب مسلمان جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔ باڑہ ہندو راؤ سے مقبرہ ہمایوں جا رہے تھے۔ پہاڑ گنج کے قریب ان کا ٹرک فیل ہو گیا۔ فوراً ان پر حملہ کر دیا گیا اور ان کا تمام سامان و اسباب لوٹ لیا گیا۔ ان واقعات سے گاندھی جی کے حساس، الطاف پسند اور بہادر قلب پر خاص اثر کیا اور آپ نے کسی سے مشورہ کئے بغیر ایک پیغام لکھا جو ۱۲ جنوری ۴۸ء (دوشنبہ) کی شام کو پرارتھنا سبھا (عبادتی جلسہ) میں پڑھ کر سنایا گیا۔

سلہ چونکہ پیر کے روز گاندھی جی مون برت رکھا کرتے تھے۔ لہٰذا اس تقریر کا کام تحریر سے لیا کرتے تھے۔

Marfat.com

"ایک شخص صحت کی خاطر طبعی اصولوں کے ماتحت
برت رکھتا ہے، یا ایک شخص اپنی کسی غلط کاری کی
اصلاح کی خاطر برت رکھتا ہے اس قسم کے برت میں اس
کی ضرورت نہیں ہے کہ برت رکھنے والا اہمسا کا بھی قائل
ہو۔ لیکن برت کی ایک اور قسم ہے جو اہمسا پر یقین رکھنے
والا رکھتا ہے اور یہ برت اس وقت رکھا جاتا ہے جب
اہمسا کا قائل سوسائٹی کی کسی غلطی کے خلاف آواز بلند
کرنا چاہتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ سوائے اس کے
اس کے پاس اور کوئی چارۂ کار بھی نہیں رہا ہے۔ ایسا
برت اس کے ارادہ پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ ایک اندرونی
آواز ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

ایسا ہی ایک موقع میرے لئے بھی آگیا ہے۔
۹ ستمبر کو میں کلکتہ سے دہلی آیا۔ میں مغربی پنجاب
جانے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن میں نہیں جا سکا دہلی کا
شہر مردوں کی سرزمین معلوم ہوتا تھا۔ جب میں ٹرین
سے اترا تو میں نے ہر چہرہ پر اداسی اور مایوسی دیکھی۔
یہاں تک کہ سردار[1] جو ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور جن کی
خوش گپیاں دوسروں کو مسرور کرتی رہتی ہیں مغموم نظر آتے تھے۔

---

[1] آنریبل سردار بلدیو سنگھ۔

اس کا سبب مجھے معلوم نہیں تھا وہ پلیٹ فارم
پر میرا استقبال کرآئے تھے انھوں نے فوراً مجھے
فسادات کی اندوہناک کہانی سنائی میں نے
یہ سنتے ہی محسوس کیا کہ مجھے دہلی میں رہنا چاہیئے
اور کچھ کرنا یا مرجانا چاہیئے۔

پولیس اور فوج کے فوری اقدام سے حالات میں
سکون تو پیدا ہوگیا لیکن یہ محض عارضی تھا کیونکہ
دلوں میں طوفان تڑپ رہے ہیں جو کسی وقت بھی
پھٹ سکتے ہیں۔ ایسی صورت حال کے معنی یہ ہیں
کہ میں نے کچھ کرنے کا جو عہد کیا تھا اس کو پورا نہیں
کرسکا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندو، سکھ اور مسلمانوں میں دوستانہ
تعلقات پیدا ہوجائیں۔ کل کی سی بات ہے کہ ان میں دوستانہ
تعلقات موجود تھے۔ لیکن آج ان کا کوئی نشان بھی باقی نہیں ہے
اس صورت حال کو کوئی سچا محب وطن برداشت نہیں کرسکتا۔
اگرچہ اندرونی آواز اکثر مجھے اکساتی رہی۔ لیکن میں
اس سے گریز اس لئے کرتا رہا کہ کہیں یہ شیطان کی
آواز نہ ہو اور میری کمزوری کا باعث نہ بنجائے۔
میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں یہ محسوس کروں کہ
میں بے بس ہوگیا اور میرے تمام ذرائع ختم ہوگئے۔

کیونکہ ایک سچا ستیہ گرہی کبھی لاچار اور بے بس نہیں ہوتا۔ تلوار اور طاقت کے بجائے برت آخری طریق کار ہے، جو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

روزانہ مسلمان دوست[1] مجھ سے ملتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ میں ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ عرصہ سے میں اپنی کمزوری اور بے بسی کو محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جوں ہی میں برت شروع کر دوں گا یہ کمزوری اور احساسِ لاچاری جاتا رہے گا۔ گذشتہ تین دن سے میں اس پر غور کر رہا ہوں۔ میں نے آخری فیصلہ کر لیا۔ لیکن یہ فیصلہ یکایک مجھ پر ظاہر ہوا اور میں خوش ہوں۔ ایک نیک اور ایماندار شخص کے پاس جان ہی سب سے زیادہ قیمتی چیز ہوتی ہے جسکو وہ کسی مقصد کے لئے دے سکتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ میری نیکی میرے اس اقدام کی تصدیق کرے گی۔ میں آپ سب سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی برکتوں سے مجھے

---

[1] حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب حضرت مولانا احمد سعید صاحب اور اُن کے رفقاء مُراد ہیں۔

Marfat.com

مالا مال کریں اور میرے لئے اور میرے ساتھ دعا کریں۔

میرا برت منگل کے دن پہلے کھانے کے بعد سے شروع ہوگا۔ اس کی مُدّت غیر محدود ہے۔ دوران برت میں میں پانی نمک ملا ہوا یا بغیر نمک کا یا لیموں کا پانی وغیرہ پیتا رہوں گا۔ میں اس برت کو اس وقت ختم کروں گا جب مجھے اس کا یقین ہو جائے گا کہ تمام فرقوں کے دلوں میں اتحاد پیدا ہو گیا۔ لیکن یہ اتحاد کسی بیرونی اثر کے ماتحت نہیں، بلکہ اپنے ذاتی جذبے کے ماتحت ہونا چاہیئے۔

اس کا انعام یہ ہوگا کہ ہندوستان اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرے گا۔ اور اس طرح ہندوستان ایشیا پر اپنی سیادت از سرِ نو قائم کر سکے گا، جس کو وہ اس وقت تیزی سے ضائع کر رہا ہے اور اس طرح اس کو تمام دنیا پر سیادت حاصل ہو سکے گی۔ مجھے اس کا یقین ہے کہ اگر ہندوستان کسی حیثیت سے ختم ہو گیا تو مصیبت زدہ اور بھوکی دنیا بھی ختم ہو جائے گی۔ میرے کسی دوست یا دشمن کو (اگرچہ کوئی ہو) مجھ سے ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے لوگ موجود ہیں جو برت کے ذریعہ انسان کے دل و دماغ کو بدل دینے کے طریقہ پر اعتقاد نہیں رکھتے لیکن مجھے امید ہے کہ عمل کی وہی آزادی جو وہ اپنے

Marfat.com

لئے طلب کرتے ہیں مجھے بھی عطا کریں گے ۔

خدا میرا سب سے بڑا مشیر ہے اور یہ میں نے محسوس کرلیا ہے کہ مجھے سوائے خدا کے اور کسی دوسرے کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے ۔ اگر میں نے کوئی غلطی کی ہے اور مجھ کو اس کا احساس ہوگیا تو میں بیانگ دہل اپنی غلطی کا اعتراف کروں گا اور اپنے غلط قدم کی اصلاح میں کوئی پس وپیش نہیں کروں گا ۔ لیکن فی الحال کوئی ایسی توقع نہیں ہے کہ میں یہ محسوس کروں کہ میں نے کوئی غلطی کی ہے ۔ کیونکہ میں اس اقدام کو ایمانداری سے کوئی غلطی ہی محسوس نہیں کرتا ۔ میں عقلی اور نقلی دلائل کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ۔ اگر تمام ہندوستان اس برت سے متاثر ہو یا کم از کم دہلی پر ہی اس کا مناسب اثر مرتب ہو ۔ تو میں برت ختم کر دوں گا ۔

لیکن مجھے اس وقت اس سے بحث نہیں ہے کہ برت جلد ختم ہوگا یا دیر میں یا کبھی ختم ہی نہیں ہوگا ۔ البتہ ضرورت امر کی ہے کہ موجودہ نازک صورتِ حال کا انسداد ہو اس میں کسی اور رعایت کی ضرورت نہیں ہے ۔

میرے گذشتہ برتوں پر یہ تنقید کی گئی ہے کہ برت سے میرا مقصد ایک تسم کا جبر کرنا ہوتا ہے ۔ یہ بھی کہا گیا

Marfat.com

تھا کہ اگر میں برت رکھ کر مجبور نہ کر دیتا تو عوام کا فیصلہ
یقیناً میرے خلاف ہی ہوتا۔ لیکن جب کہ مقصد شریفانہ
ہو تو مخالفانہ فیصلہ کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی۔ ایک
سچا برت فرض کی طرح خود ہی اپنا انعام ہے۔ میں یہ
برت ان نتائج کے لئے نہیں رکھ رہا جو یہ پیدا کر سکتا
ہے بلکہ میں یہ برت اس لئے رکھتا ہوں کہ مجھے ایسا کرنا
ہی چاہیئے۔ اس لئے میں ہر شخص سے یہ مطالبہ کرتا
ہوں کہ وہ میرے مقصد کو صحیح طور پر جانچنے کی کوشش
کرے اور اگر مجھے مرنا ہے تو امن و شانتی سے مرنے
دے۔ موت میرے لئے ایک شاندار نجات ثابت ہوگی
کیونکہ میں ہندوستان میں ہندو ازم سکھ ازم اور
اسلام کی تباہی دیکھنے کے بجائے مرجانا پسند کرتا ہوں۔
اگر پاکستان بلا لحاظ مذہب و ملت جان و مال کی حفاظت
نہیں کرتا اور مساوی درجہ عطا نہیں کرتا اور اگر ہندوستان
پاکستان کی نقل کرتا ہے تو تباہی یقینی ہے۔ اسلام
ہندوستان میں فنا ہو جائے گا۔ دنیا میں نہیں۔
البتہ ہندو ازم اور سکھ ازم جو ہندوستان کے علاوہ
کہیں اور ہیں ہی نہیں وہ بالکل ہی فنا ہو جائیں گے۔
جو لوگ میرے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں ان کی تعریف

Marfat.com

کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں اور میرے
فیصلوں کی مزاحمت کرتے ہیں۔ مجھے برت رکھ کر اپنے ضمیر
کو جلا دینے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ مردہ نہ ہو جائے۔

اس تباہی پر غور کیجیے جس کا سامنا اس وقت ہندوستان
کو کرنا پڑ رہا ہے اور آپ محسوس کریں گے کہ کم از کم ہندوستان
کا ایک فرزند ایسا ہے جو اتنا طاقتور اور مخلص ہے کہ وہ اپنے وطن
کی خاطر ایسا اقدام بھی کر سکتا ہے اگر وہ طاقتور اور مخلص نہیں ہے
تو وہ پھر ایک زمین پر بوجھ ہے اور جس قدر جلد وہ فنا ہو جائے
اتنا ہی اچھا ہے۔ اس کی فنا ہندوستان کے لئے ہی نہیں بلکہ
دوسروں کے لئے بھی اچھی ثابت ہو گی۔

میں اپنے دوستوں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے
پاس نہ آئیں۔ نہ مجھے اپنے فیصلہ سے باز رکھنے کی کوشش
کریں نہ میرے لئے متفکر ہوں۔ کیونکہ میری زندگی خدا کے ہاتھ
میں ہے۔ اس کی بجائے انھیں اپنے اندر روشنی کی تلاش کرنا
چاہیئے۔ کیونکہ موجودہ وقت ہمارے لئے امتحان کی گھڑی ہے۔
جو لوگ اپنے فرض کو سمجھتے ہیں اور اس کو محنت سے اچھی طرح انجام
دیتے ہیں وہ میری اس شریفانہ مقصد کی زیادہ امداد کر سکتے
ہیں۔ برت رکھنا تزکیہ نفس کا ایک طریقہ ہے۔

اس کے بعد آپ نے کانگریس کے کارکنوں کو چند نصیحتیں فرمائیں اور کانگریسی کارکنوں کی

Marfat.com

اخلاقی پستی کے متعلق جو شکایتیں موصول ہوئی تھیں اس پر تنبیہ فرمائی۔

مہاتما گاندھی کے برت نے امن پسند اور صلح جو طاقتوں میں حرکتِ عمل پیدا کر دی اور اگرچہ فساد پسند جماعتوں کی جدوجہد اب بھی یہی رہی کہ فضا میں جس طرح بھی ہو تکدر پیدا کیا جائے۔ چنانچہ اگلے ہی روز جمعیۃ علماء کے دفتر کے قریب ریوالور سے فائر کر کے تین مسلمانوں کو ختم اور ایک کو زخمی کر دیا۔ اسی طرح کشمیری گیٹ کی طرف ریوالور سے ایک بہت بڑے سوداگر کے نوجوان لڑکے پر فائر کیا گیا جو خوش قسمتی سے بال بال بچ گیا۔

لیکن دو تین روز بعد ہی یہ تمام فساد انگیز عناصر دب گئے اور امن پسند عناصر ابھر آئے۔ اور مہاتما گاندھی کو آئندہ کے لئے اطمینان دلانے کی صورتیں تجویز کی جانے لگیں۔

برت سے تیسرے روز مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے ہندو، سکھ اور مسلمان لیڈروں کا ایک اجتماع کر کے تبادلۂ خیالات کیا۔ پھر اس قسم کے اجتماع روزانہ ہوتے رہے بالآخر یہ خدمت مولانا آزاد کے سپرد کی گئی کہ وہ مہاتما گاندھی سے وہ شرائط معلوم کریں جن پر وہ اپنا برت کھول سکیں۔ چنانچہ ۱۸ جنوری کو شام کے چار بجے جامع مسجد کے سامنے آزاد پارک میں ایک عام جلسہ منعقد ہوا جس میں ایک لاکھ سے زائد باشندگان دہلی نے شرکت کی۔ اس اجتماعِ عظیم میں مولانا آزاد نے اعلان کیا کہ گاندھی جی نے برت توڑنے کی سات شرطیں رکھی ہیں۔

(۱) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کے مزار مبارک پر جو سالانہ عرس ہوتا ہے اور جس کی تاریخ عنقریب ہے وہ منعقد ہو اور مسلمانوں کو بلا خوف اس

میں شرکت کا موقع دیا جائے۔

(۲) وہ مسجدیں خالی کردی جائیں جن میں لوگوں نے سکونت اختیار کرلی ہے یا ان کو مندر بنالیا ہے۔

(۳) مسلمانوں کو دہلی میں نقل و حرکت کی پوری آزادی ہونی چاہیئے۔

(۴) دہلی کے مسلمان جو خوف سے پاکستان چلے گئے ہیں اگر واپس آنا چاہیں تو ان کو واپسی کی اجازت دی جائے۔ اور ان کے مکان پندرہ روز کے اندر اندر خالی کردیئے جائیں

(۵) مسلمانوں کو ریلوں میں بحفاظت سفر کرنے دیا جائے۔

(۶) مسلمانوں کا اقتصادی بائیکاٹ بند ہو۔

(۷) دہلی میں جو مسلم زون (مسلم علاقے) مقرر کردیئے ہیں انہیں مداخلت نہ کی جائے

مہاتما گاندھی نے یہ شرائط پیش کرتے ہوئے مولانا آزاد کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

"آپ جلسہ میں اعلان کردیں کہ کوئی شخص میرے برت کے دباؤ سے ان شرائط کو پورا کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اسی وقت انکو پورا کرے جب وہ یہ سمجھے کہ ایسا کرنا صداقت پر مبنی ہے۔

انہیں دنوں کا تذکرہ ہے کہ جب بابو راجندر پرشاد صاحب صدر کانگریس اور دوسرے ذمہ دار رہنما موجود تھے اور مہاتما گاندھی سے برت کھولنے کا اصرار کررہے تھے تو آپ نے لیٹے لیٹے۔ رخ پھیر کر فرمایا کہ جمعیۃ علماء کے "مولانا، صاحبان کہاں ہیں جب تک وہ نہ کہیں گے میں برت نہ توڑوں گا تب حضرت مولانا احمد سعید صاحب حافظ نسیم صاحب جعفری صاحب (ارکان جمعیۃ) کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب نے فرمایا! مہاتما جی! گو حالات ابھی پوری طرح درست نہیں ہوئے تاہم آپ کی

Marfat.com

اس عظیم الشان قربانی سے روبا صلاح ہو چلے ہیں۔ اور فسادی عنصر کے مقابلہ میں صلح پسند عناصر ابھر آئے ہیں اور غلبہ پا رہے ہیں لہٰذا اب آپ برت کھول لیں کیونکہ آپ کی جان عزیز ہم سب کے لئے بہت قیمتی ہے۔ یہ سنکر مہاتما گاندھی نے فرمایا میں آپ لوگوں کے بیان پر اعتماد کرتا ہوں۔ لیکن اگر بعد میں یہ ثابت ہوا کہ مجھ کو دھوکا دیا گیا تھا تو پھر میں مرن برت رکھ لوں گا اور پھر کسی کی نہ سنوں گا میں یقین کر لوں گا کہ میں زمین پر ایک بار ہوں جسکو جلد ختم ہو جانا چاہیئے "

پیس کمیٹی کا قیام اور امن و اتحاد کا عہدنامہ

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریر اور شرائط کے اعلان کے بعد صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد کی کوٹھی پر مختلف الخیال جماعتوں کے نمائندوں کا اہم اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں کانگریس کی صوبائی اور مرکزی جماعتوں کے نمائندے ہندو مہاسبھا جمعیۃ علماء سکھوں اور پناہ گزینوں کے ترجمان موجود تھے۔

دہلی کی مقامی حکومت کی جانب سے ڈپٹی منسٹر مسٹر رندھاوا موجود تھے جلسہ میں بحث و مباحثہ کے بعد ایک مسودہ باتفاق رائے منظور کیا گیا۔ اس میں مہاتما جی کی ساتوں شرائط منظور کی گئیں۔

سرحد، بلوچستان، سندھ اور مغربی پنجاب کے پناہ گزینوں کے نمائندوں نے پرزور الفاظ میں یقین دلایا کہ وہ شرائط کے عمل درآمد میں اپنی جان کی بازی لگا دیں گے

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے ایک مبسوط بیان کے دوران میں فرمایا کہ دہلی کے مسلمانوں کو اپنے پناہگزین بھائیوں سے پوری ہمدردی ہے۔ چنانچہ مسلم نمائندوں نے اس سلسلہ میں پوری جدوجہد کی اور ان ہی کی کوششوں اور تحریک سے پناہ گزینوں کے لئے انڈیا پرتھ میلا روڈ کی بارگوں اور پرانے قلعہ میں رہنے کا انتظام کیا گیا۔

مسلمانوں نے حتی الوسع مسلم پناہ گزینوں سے پہلے اور زیادہ غیر مسلم پناہ گزینوں کی مدد کی کوشش کی۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایک بڑی تعداد میں لحاف غیر مسلم پناہ گزینوں کے لئے گاندھی جی کو پیش کئے۔

سکھوں کے ایک کیمپ میں جو دیگیں وغیرہ استعمال کی جا رہی ہیں ان میں سے نصف جمعیۃ علماء نے اپنی طرف سے پیش کی ہیں۔

ہماری تو خواہش تھی کہ ہم پناہ گزینوں کے کیمپوں میں جا کر ان کی خدمت کا شرف حاصل کرتے اور ان کا غم اور درد مٹاتے۔ لیکن آج کل کی مسموم فضا میں ایسا ممکن نہ ہوا۔ ہم نے تیس برس تک اپنے برادران وطن کے ساتھ مل کر آزادی کی جدوجہد کی ہے لیکن آج کی بے اعتمادی کی فضا میں یہ ممکن نہ رہا کہ ہم اپنے غیر مسلم پناہ گزین بھائیوں کے ساتھ مل کر بیٹھ سکیں۔

حضرت مولانا نے یقین دلایا کہ دہلی کے مسلمان اپنے غیر مسلم پناہ گزین بھائیوں کی مدد میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

بیانات اور تقریروں کے بعد عہد نامہ کا مندرجہ ذیل مسودہ پیش کیا گیا جس پر حاضرین نے دستخط کئے۔

راشٹریہ سیوک سنگھ اور پریس کے نمائندے اس وقت موجود نہ تھے ہندو مہا سبھا کے بھی صرف ایک ہی رکن موجود تھے۔ لہٰذا طے کیا گیا کہ صبح کو ۱۰ بجے ایک دوسرا اجتماع کیا جائے۔ جس میں اخبارات کے ایڈیٹروں، راشٹریہ سیوک سنگھ اور ہندو مہا سبھا کے نمائندوں کو خاص طور پر دعوت دی جائے اور پھر اگر یہ سب اس عہد نامہ کو تسلیم کر کے دستخط کر دیں تو فوراً مہاتما گاندھی کی خدمت میں حاضر ہو کر برت توڑ دینے کی درخواست پیش کی جائے۔ چنانچہ ۱۹ر جنوری ۱۹۴۸ء

Marfat.com

۴ بجے صبح کو بابو راجندر پرشاد صاحب کی کوٹھی پر دوبارہ اجتماع ہوا۔ اور باقی ماندہ جماعتوں کے نمائندوں نے بھی اس میں شرکت کی۔ شب گذشتہ کا عہدنامہ ان کے سامنے پڑھا گیا۔ جملہ حاضرین نے عہدنامہ سے اتفاق کیا اور اس پر دستخط کر دیئے۔ عہدنامہ حسب ذیل تھا۔

ہم یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ہماری دلی خواہش ہے کہ ہندو مسلمان اور سکھ اور دوسرے فرقوں کے لوگ پھر ایک بار دہلی میں بھائیوں کی طرح کامل اشتی سے رہیں۔ اور ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی جان، مال اور ایمان کی حفاظت کریں گے۔ اور جو واقعات دہلی میں ہو چکے ہیں ان کو پھر نہ ہونے دینگے۔

ہم گاندھی جی کو یقین دلاتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کے مزار مبارک پر گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی سالانہ عرس ہوگا۔

"مسلمان" سبزی منڈی۔ قرول باغ۔ پہاڑ گنج اور دوسرے علاقوں میں پہلے کی طرح چل پھر سکیں گے۔

مسلمانوں کی متروکہ مساجد جو اب ہندوؤں اور سکھوں کے قبضہ میں ہیں واگذار کر دی جائینگی۔ وہ علاقے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے جا چکے ہیں، ان پر بھی زبردستی قبضہ کرنے کوشش نہیں کی جائیگی۔

دہلی کے مسلمان جو یہاں سے ہجرت کر گئے ہیں اگر آنا چاہیں تو ہم معترض نہ ہوں گے۔ مسلمان پہلے کی طرح اپنا کاروبار جاری رکھ سکیں گے

Marfat.com

ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم یہ سب کام اپنی ذاتی کوششوں سے کرینگے نہ کہ پولس اور فوج کی مدد سے۔

ہم مہاتما جی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہم پر بھروسہ کریں اور برت توڑ دیں اور پہلے کی طرح ہماری قیادت کریں۔

برت کشائی کا جلسہ جب تمام جماعتوں کے نمائندے عہدنامہ پر دستخط کر چکے تو یہ سارا اجتماع برلا ہاؤس کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں مہاتما گاندھی مقیم تھے اور اس وقت کابینہ کے وزراء۔ پاکستان کے ہائی کمشنر اور پریس کے نمائندے اور فوٹو گرافر بھی پہنچ گئے تھے۔

صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد نے دستخط کنندگان کی ترجمانی کرتے ہوئے عہدنامہ پڑھکر سنایا۔ اور اس بات کا اطمینان دلایا کہ عہدنامہ پر دستخط کرنیوالے برابر حالات پر نظر رکھیں گے اور نہ صرف دہلی میں بلکہ پورے ہندوستان میں خوشگوار فضا پیدا کرنے کے ذمہ دار رہیں گے۔

گاندھی جی نے معاہدہ کرنے والوں کے عہدنامہ کا جواب دیتے ہوئے نہایت دھیمی اور کمزور آواز میں ٹھیر ٹھیر کر فرمایا۔

عہدنامہ پر راشٹریہ سیوک سنگھ اور ہندو مہاسبھا کے نمائندوں نے بھی دستخط کئے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ دہلی کے علاوہ دوسرے حصوں کے امن سے ہم غیر متعلق ہو جائیں۔ آپ نے اس امر کو نہایت وضاحت سے پیش کیا کہ اگر ملک کے دوسرے حصوں میں فرقہ وارانہ فساد ہوا اور اقلیت کا فرقہ اپنے آپ کو محفوظ خیال نہ کر سکے تو ہم ان حالات اور واقعات

Marfat.com

سے خیر جانبدار نہیں رہ سکتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام واقعات کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہونا چاہئے۔

دہلی ہندوستان کا قلب ہے اور دہلی کے واقعات کا تمام ہندوستان پر اثر پڑتا ہے۔ اگر ہم تمام ملک کے ہندو مسلمان اور سکھوں کو اس امر کا یقین نہیں دلا سکتے کہ وہ بھائی بھائی ہیں اور انھیں آپس میں میل جول اور اتحاد سے رہنا چاہئے۔ تو ہماری تمام کوششیں بیکار ہیں اور ہندوستان کی تباہی یقینی ہے۔ اتنا کہنے کے بعد گاندھی جی خاموش ہو گئے۔ گاندھی جی نے جو کچھ فرمایا تھا اسکو بآواز بلند دہرایا گیا۔

تھوڑی دیر خاموش رہ کر گاندھی جی نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے پھر فرمایا کہ آپ کو اپنے دلوں کا پورا جائزہ لینا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ کوئی غلط قدم تو آپ نہیں اٹھا رہے۔ تاکہ بعد کو آپ کو پچھتانا نہ پڑے۔ اسوقت اس امر کی ضرورت ہے کہ نہایت جرات اور دلیری سے کام لیکر اپنے صحیح صحیح خیالات کا اظہار کر دیا جائے۔ اور وہی زبان پر آئے جو دلوں میں ہے۔ آپ کو اپنے عہدنامہ کی پیچیدگیوں کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ دہلی میں جو کچھ کیا گیا ہے وہی بقیہ ہندوستان میں ہونے کی ضرورت ہے یعنی جسطرح دہلی میں امن و امان کا یقین دلایا گیا ہے۔ اسی طرح تمام ہندوستان میں امن کا قائم ہونا ضروری ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اس مقصد کو ایک دن میں حاصل کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ابھی تک وہ شیطان کے ساتھی بنے ہوئے تھے۔ اب انھوں نے

Marfat.com

خداشناسی کا عہد کیا ہے جس کو انھیں پورا کرنا ہے۔

جو کچھ میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اگر آپ اس کو دل سے قبول نہیں کرتے یا یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کا انجام دینا آپ کی طاقت سے باہر ہوگا تو آپ کو اس کا صاف صاف اعلان کر دینا چاہئے۔

گاندھی جی نے اس امر پر نہایت زور دیا کہ اس سے زیادہ غلط خیال اور دوسرا نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان صرف ہندو اور سکھوں کا ہے اور پاکستان صرف مسلمانوں کا ہے میں تمام شرنارتھیوں کو اچھی طرح بتا دینا چاہتا ہوں کہ دہلی میں حالات درست ہونے کے معنی یہ ہونگے کہ پاکستان میں حالات درست ہو جائیں۔ اگر میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھے دھوکا دیا گیا ہے یا میں نے برت توڑنے میں دھوکا کھایا تو میں دوسرا برت رکھنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے ان مسلمانوں کو بلایا جو اکثر آپ سے ملتے تھے اور ان سے دریافت کیا کہ کیا وہ مطمئن ہیں اور کیا برت توڑ سکتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ یہ شک کرنا کہ مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن خیال نہیں کرتے سب سے بڑی غلطی ہے۔ مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن تصور کرتے ہیں اور ان کو یہیں رہنا ہے۔ گاندھی جی نے ایک کتاب کا حوالہ دیا جو آپ کو پٹنہ میں پیش کی گئی تھی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ مسلمان کو قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ کافر یعنی ہندو بہت خطرناک ہیں اور ان کو مٹا دینا نہایت ضروری ہے۔ آپ نے کہا کہ بعض لوگ ہندوؤں کو بتوں کا پوجنے والا خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ ہندو پتھروں کو نہیں پوجتے بلکہ اس خدا کو پوجتے ہیں جو دلوں کے اندر ہے اور جس کے ساتھ مادہ کا ایک ذرہ بھی شامل نہیں ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد گاندھی جی نے حاضرین سے استصواب کیا کہ اگر آپ خلوص دل سے اس عہدنامہ کو قبول کرتے ہیں تو مجھے آزاد کیجئے کہ میں پاکستان یا جہاں چاہے جا سکوں۔ میری غیر حاضری میں پاکستان کے ان لوگوں کا آپ کو خیر مقدم کرنا چاہئے جو اپنے گھروں کو واپس آنا چاہتے ہیں۔ جو مسلمان دہلی سے چلے گئے ہیں وہ بھی خوش نہیں ہیں۔ اسی طرح ہندو بھی خوش نہیں ہیں کہ ان کے اچھے کاریگر یہاں سے چلے گئے۔ جو صنعت کہ نسلوں سے ایک فرقے میں چلی آرہی ہو اور جس میں وہ فرقہ ماہر ہو گیا ہو اس کو حاصل کر لینا ایک دن کا کام نہیں۔ اس کے بعد گاندھی جی نے دوبارہ حاضرین سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے دلوں کا جائزہ لیں اور مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کریں۔

مولانا آزاد کا بیان

اس کے بعد مولانا ابوالکلام نے فرمایا کہ اسلام کے متعلق اس کتاب میں جس کا تذکرہ گاندھی جی نے فرمایا سخت غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ آپ نے قرآن پاک کی آیت شریف کی تلاوت فرمائی جس میں بتایا گیا ہے کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ خواہ ان کا مذہب کچھ بھی ہو۔ گاندھی جی نے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اسلام کی تعلیمات کے قطعی منافی ہے اور اسکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کتاب سے صرف یہ ظاہر [illegible] پر ایک دیوانگی پیدا ہو گئی ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا بیان

مولانا آزاد کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ مسلمان [illegible]

Marfat.com

کہ وہ ہندوستان کو اپنا وطن خیال نہیں کرتے قطعاً بے بنیاد ہے۔ مسلمانوں نے تین سال میں قومیت کی جو خدمت کی ہے ان پر یہ الزام قطعاً اس کے خلاف آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں سے وفاداری کا مطالبہ کرنا قومیت کی توہین ہے

آپ نے فرمایا کہ دہلی میں فسادات کے دوران میں ایک موقع پر ہمارے کانگریسی دوستوں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ چونکہ دہلی میں ہماری حفاظت کا مناسب بندوبست نہیں ہو سکتا ہے اس لئے دہلی کے باہر ہمارے تحفظ کا انتظام کر دیا جائے لیکن ہم نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس کو ترجیح دی تھی کہ بغیر پولس اور فوج کی امداد کے ہم دہلی میں رہ کر کام کریں۔

آپ نے فرمایا کہ جمعیۃ کے مسلمان ہمیشہ مولانا آزاد اور کانگریس کے پیرو رہے ہیں اور جو لوگ پاکستان چلے گئے ہیں وہ جان کے خوف سے چلے گئے ہیں لیکن وہ پھر ہندوستان واپس آنا چاہتے ہیں اور اگر ہندوستان پر حملہ کیا جائے تو وہ اس کی حفاظت میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہانے کو تیار ہیں۔ جو لوگ ایسا نہیں کر سکتے میں نے ان کو اکثر یہی مشورہ دیا ہے کہ وہ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلے جائیں۔

آپ نے دہلی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ گاندھی جی کے برت کے سلسلہ میں حالات تیزی سے بدل رہے ہیں اور فرقہ وارانہ امن و اتحاد کی فضا پیدا ہونا شروع ہو گئی ہے۔ چونکہ حکومت کی طرف سے بھی یقین دلایا گیا ہے۔ اس لئے میں ڈاکٹر راجندر پرشاد کی اس اپیل کی تائید کرتا ہوں کہ گاندھی جی اپنا برت توڑ دیں۔

جب مسٹر گنیش دت، ہندو مہا سبھا اور ماسٹر تیرا سنگھ کی طرف سے

اپیل دہرا چکے تو زاہد حسین صاحب نے گاندھی جی سے چند الفاظ کہے۔

میں یہاں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ یہ عرض کروں، کہ پاکستان کے لوگ آپ کے بارہ میں کس قدر گہری تشویش رکھتے ہیں اور روزانہ بے شمار لوگ آپ کے متعلق مجھ سے دریافت کراتے ہیں یہ ان کی دلی خواہش ہے کہ جلد ایسے حالات پیدا ہوں کہ جن سے آپ برت توڑ سکیں۔ اگر میں اس سلسلہ میں کچھ کر سکتا ہوں اور نیز پاکستان کے لوگ کچھ کر سکتے ہیں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

زاہد حسین صاحب کے بعد مسٹر خورشید احمد اور مسٹر رندھاوا نے مقامی حکومت کی طرف سے یقین دلایا کہ عہد نامہ میں جو شرائط مذکور ہیں ان پر پوری طرح عملدرآمد کیا جائیگا۔

فرقہ وارانہ امن کے معاملہ میں ہند کے دارالخلافہ کی جو شاندار روایات رہی ہیں ان کو پھر سے قائم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائیگا۔

سکھوں کی طرف سے اقرار

سردار ہرنام سنگھ نے سکھوں کی طرف سے اپنے بیس رہنماؤں کی تائید کی اس کے بعد گاندھی جی نے برت توڑنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ یہ رسم پرارتھنا کے دوران میں ادا کی گئی۔ جاپانیوں کے [illegible] اور پارسیوں کی مذہبی کتب کی آیات پڑھی گئیں ان کے بعد یہ منتر پڑھا گیا۔

مجھ کو کذب سے صداقت، ظلمت سے روشنی، فنا سے بقا کی راہ دکھا۔

Marfat.com

ایک ہندوستانی حمداد عیسائیوں کی حمد پڑھی گئی۔

ان اطمینان دہانیوں کے بعد گاندھی جی برت توڑنے پر آمادہ ہوئے۔

گاندھی جی ایک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے سنترے کے رس کا ایک گلاس گاندھی جی کو پیش کیا۔ جس کو "گلوکوز" سے میٹھا کیا گیا تھا

گاندھی جی نے جب برت توڑا تو حاضرین نے زور سے "گاندھی جی کی جے" کے نعرے لگائے۔ اور پنڈت جواہر لال نہرو کے ہونٹوں پر مسرت کھیل گئی۔ آپ اس تمام دوران میں حد درجہ متفکر اور پریشان رہتے تھے۔ آپ نے بھی کھانا کم کر دیا تھا اور گذشتہ چوبیس گھنٹہ سے تو آپ نے کچھ نہیں کھایا تھا۔

اسی طرح اور بھی ہزاروں آدمیوں نے گاندھی جی کے ساتھ برت رکھا تھا گاندھی جی کے توڑنے کی خبر بہت سرعت کے ساتھ نہ صرف دہلی میں بلکہ تمام دنیا میں پھیل گئی۔ اور سب طرف سے مبارکباد کے تاروں کی بارش ہونے لگی۔

برت توڑنے کے بعد گاندھی جی نے ایک پیغام لکھا جو شام کو پرارتھنا سبھا میں پڑھا گیا۔ پیغام یہ تھا۔ دیکھو الجمعیۃ مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ

مہاتما گاندھی نے فرمایا میرے تمام دوستوں نے کہا کہ ہم پر زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ میں ان کے مشورہ کو رد نہ کر سکا اور انھوں نے جو عہد کیا ہے کہ تمام فرقوں کے مابین کامل دوستی ہو گی اس پر شک نہ کر سکا۔ گاندھی جی نے کہا میں نے یہ برت صداقت کے نام پر شروع کیا تھا۔ صداقت اور سچائی کا دوسرا مشہور نام خدا ہے۔ بغیر سچائی پر عمل پیرا ہوئے

Marfat.com

خدا کو نہیں پا سکتے۔ ہم نے سچائی سے کنارہ کیا اور افترا پردازیاں کیں اور یہ دیکھے بغیر کہ لوگ گناہگار ہیں یا بے گناہ۔ ہم نے مردوں عورتوں اور بچوں کے قتل عام کئے ہم نے اغوا کئے۔ لوگوں کو تبدیلی مذہب پر مجبور کیا اور یہ سب کام بے شرمی سے ہوئے۔ مجھے نہیں معلوم کوئی شخص ایسا بھی ہے جو کچھ کہہ سکے کہ میں نے یہ کام سچائی سے کئے۔ میں نے سچائی کا نام لیتے ہوئے برت توڑ دیا۔ لوگ جس سخت مصیبت میں ہیں وہ قابل برداشت نہیں ہے۔

میرے سامنے راجندر بابو نے ہندوستانی میں ایک دستاویز رکھی جس پر بہت سے نمائندوں کے دستخط موجود تھے۔ اس میں کہا گیا تھا کہ میں ان پر کوئی مزید بوجھ نہ ڈالوں اور برت توڑ کر ان کی اذیت کو ختم کر دوں۔ مجھے ہندو یونین اور پاکستان سے تار پر تار موصول ہو رہے ہیں اور ان سب میں مجھ سے کہا گیا ہے۔ میں ان سب دوستوں کے مشورہ کو رد نہ کر سکا۔

مجھے ان کے اس عہد پر بھروسہ ہوا کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ یہاں ہندو مسلمانوں، سکھوں عیسائیوں پارسیوں اور یہودیوں میں دوستی کا ایک اٹوٹ رشتہ قائم کیا جائے گا۔ اس دوستی کو توڑنا گویا قوم کو ختم کرنا ہے۔

میں بیٹھا یہ مضمون لکھ رہا ہوں اور مجھ پر تاروں کی بارش ہو رہی ہے میں خدا سے تمنا کرتا ہوں کہ خدا مجھ کو صحتمند اور باہوش رکھے تاکہ

Marfat.com

میں بنی نوع انسان کی خدمت کر سکوں۔ اگر وہ عہد نامہ جو آج کیا گیا ہے پورا ہوا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں دگنی طاقت سے خدا کے سامنے یہ التجا اور تمنا کروں گا کہ مجھے پوری زندگی نصیب ہو تاکہ میں آخری لمحہ تک بنی نوع انسان کی خدمت کر سکوں۔

یہ میرے مقصد کی ظاہری تکمیل تھی۔ لیکن جب تک باطنی تکمیل نہ ہو، یہ بیکار ہے۔ میرے عہد کا باطنی مقصد یہ تھا کہ یونین کے ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں میں ایک مخلصانہ دوستی قائم کی جائے اور یہی کام پاکستان میں کیا جائے۔

اگر ہند میں یہ کام ہو جائے تو پاکستان میں بھی یہ ضرور ہو گا اور یہ بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں ایسے یقین کے بعد جیسا کہ رات کے بعد دن کا ہے۔ اگر ہند یونین میں ظلمت ہو تو پاکستان میں روشنی کی توقع کرنا حماقت ہے اگر یونین میں بلاشک رات ختم ہو جائے تو پاکستان میں بھی ایسا ہی ہو گا اور اس حقیقت کی کئی روشن نشانیاں ہیں۔ میرے پاس پاکستان سے ہزارہا پیغامات آئے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ناراضگی کا نہیں ہے۔ کاش خدا جو سچائی ہے۔ آئندہ بھی ہمیں راستہ دکھائے جس طرح اس نے گذشتہ چند ہفتوں سے دکھایا۔

برت کھولنے کے بعد سب سے پہلے عہد نامہ کی شرط اول پر عمل ہوا۔ یعنی ۲۶ جنوری کو حضرت قطب الدین صاحب کا عرس آزادی سے منایا گیا۔ حکومت کی طرف سے بسوں اور لاریوں کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ زائرین ان کے ذریعہ مزار پر

Marfat.com

پہونچے اور مراسم عرس ادا کئے۔

انتہائی کمزوری اور نقاہت کے باوجود مہاتما گاندھی خود قطب صاحب تشریف لے گئے۔ اور مراسم عرس میں شرکت کی۔

(لطیفہ) قطب صاحب رح کے مزار پر عورتوں کو حاضری کی اجازت نہیں دی جاتی اور اس پابندی کو پوری طرح نبھایا جاتا ہے۔ مہاتما گاندھی کو اس کی خبر نہ تھی۔ جب مزار پر حاضر ہوئے تو حسب عادت ان کی ساتھ ان کی دو پوتیاں بھی تھیں جن کے سہارے سے گاندھی جی چل رہے تھے۔ حاضرین کی نظر لڑکیوں پر پڑی انھوں نے مستفسرانہ انداز میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی طرف دیکھا۔

حضرت مولانا نے فوراً ہی اپنے ظریفانہ انداز میں فرمایا۔

میاں یہ تو گاندھی جی کی ٹیکیاں ہیں۔

اس ظریفانہ جواب سے تمام مجمع ہنس پڑا اور گاندھی جی بھی بہت محظوظ ہوئے

مہاتما گاندھی پر بم

مہاتما گاندھی کے برت کی کامیابی ان تمام طاقتوں کی ناکامی تھی جو ہندو مسلم یا انڈیا اور پاکستان کی خانہ جنگی سے اپنی اغراض پوری کرنا چاہتی تھیں۔

اس شاندار ناکامی نے ان کے دماغی توازن کو ختم کر دیا اور دفعتہً وہ حرکتیں شروع کر دیں جو ان کے پروگرام کی آخری قسط ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ برت کھولنے سے اگلے ہی روز جبکہ مہاتما گاندھی عبادتی جلسہ (پرارتھنا سبھا) میں تقریر کر رہے تھے ایک بم پھینکا گیا۔

اتفاق سے وہ بم خطا کر گیا۔ مہاتما گاندھی محفوظ رہے۔ جلسہ کے حاضرین

Marfat.com

بھی محفوظ رہے۔ حملہ آور موقع پر گرفتار کرلیا گیا۔ اس کی جیب سے فوجی قسم کا ایک بم برآمد ہوا جس پر مٹ پڑا ہوا تھا۔

حملہ آور نوجوان نے اپنا نام مدن لعل اور اپنی سکونت پاک پٹن (مغربی پنجاب) بتائی اور یہ کہ اس وقت وہ بمبئی سے آیا ہے۔

حملہ آور کے ساتھ تین نوجوان اور تھے جو پرارتھنا کی جگہ سے کچھ اور فاصلہ پر ایک موٹر کار میں بیٹھے رہے۔ جب بم پھینکا جا چکا تو وہ اپنی موٹر لیکر فرار ہو گئے۔

(الجمعیۃ۔ ہندوستان ٹائمز وغیرہ)

مہاتما گاندھی نے اس واقعہ سے کوئی اثر نہیں لیا، اور اگلے روز پرارتھنا سبھا میں فرمایا:۔

بم پھینکنے والے نے یہ کام جذبات سے اندھا ہو کر کیا ہے دعا کیجئے کہ خدا اس کو عقل کی روشنی عطا فرمائے۔ اس شخص نے پولیس کو بیان دیا ہے کہ "میں گاندھی جی کو مارنا چاہتا تھا کیونکہ میں ان کو برا آدمی سمجھتا ہوں اور اس طرح میں ہندو مذہب کو بچانا چاہتا تھا" گاندھی جی نے فرمایا۔ میرے دل میں اس کی طرف سے کوئی برائی نہیں ہے اور میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس کے لئے دعا کریں۔ میری زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اسلئے میرے دل میں کوئی ڈر نہیں ہے۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ملزم کے پیچھے ایک جماعت ہے اور یہ شخص اس جماعت کا آلۂ کار ہے۔ اس لئے میں اس جماعت سے کہتا ہوں کہ ہندو مذہب کو بچانے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ وہ جوان آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ وہ

نجات دہندہ ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر خدا نے کسی کو ہندو مذہب کو بچانے کے لئے مقرر کیا ہے تو وہ میں ہوں۔

مجھ سے برابر واقعہ مذکور کے متعلق پوچھا جا رہا ہے اور اس بات کی تعریف کی جا رہی ہے کہ میں اس واقعہ سے متاثر نہیں ہوا کہ میرے خیال میں یہ صرف ایک فوجی مشق تھی اور اس کے متعلق اس قدر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک پرارتھنا ختم ہوگی، اس وقت تک مجھے یہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ آواز بم پھٹنے کی تھی اور یہ کہ یہ بم مجھ پر پھینکا گیا تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اگر یہ بم میرے سامنے پھٹتا اور مجھ کو اس کا علم ہوتا تو میں کیا کرتا۔ اسلئے میں کسی تعریف کا مستحق نہیں ہوں۔ تعریف کا مستحق تو میں اس وقت ہوتا جب یہ بم میرے آکر لگتا اور میرے چہرہ پر مسکراہٹ ہوتی اور دل میں بم پھینکنے والے کے خلاف کوئی نفرت یا عداوت یا غم و غصہ نہ ہوتا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسی شخص کو اس بم پھینکنے والے گمراہ نوجوان کی مذمت نہیں کرنی چاہیئے اس نوجوان کو یہ اچھی طرح محسوس کرنا چاہیئے کہ جو شخص اس کے خیالات سے اتفاق نہیں کرتا یہ ضروری نہیں کہ وہ برا آدمی ہو برے آدمی کی زندگی اچھے لوگوں سے ہٹ کر کچھ نہیں ہوتی۔ کسی شخص کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ خدا نے اس کو برے آدمی کے خاتمہ کے لئے بھیجا ہے جیسا کہ ہمارا یہ نوجوان خیال کرتا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم حکومت ہند پر بم پھینکنے کی ناکام کوشش

مہاتما گاندھی پر بم پھینکنے کے بعد انڈین یونین کے دوسرے محبوب رہنما "پنڈت جواہر لال نہرو کو بم کا نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ آپ امرتسر تشریف لے گئے تھے۔ جب تقریر کا وقت آیا تو سی۔ آئی۔ ڈی۔ نے دو شخصوں کو گرفتار کیا جن کے پاس بم تھے۔ جب آپ دہلی واپس پہونچے تو آپ کی کوٹھی کے گرد دو مشتبہ شخصوں کو پولس نے گرفتار کیا۔

مہاتما گاندھی کا حادثۂ قتل برت سے فراغت کے بعد مہاتما گاندھی سیوا گرام جانے کا قصد کر رہے تھے مگر دہلی کے حالات اور ریاست الور کے واقعات کے بعض اہم معاملات کے سبب سے تذبذب تھا۔ ۲۹ رجنوری کو جمعیۃ علماء کے حضرات سے فرمایا کہ "آپ تمام حالات کا جائزہ لیکر میرے جانے کے متعلق آخری فیصلہ کر دیں۔ اور ۳۱ رجنوری کو مجھے مطلع کر دیں۔

۳۱ رجنوری کو جمعہ کا دن تھا۔ یہ حضرات ۱۱ بجے سے پہلے مہاتما گاندھی کے پاس جایا کرتے تھے۔ اس روز دوسری ضروری مصروفیتوں کے باعث تاخیر ہو گئی اگر ایفاء وعدہ کا خیال نہ ہوتا تو آج ملاقات ملتوی کر دیتے۔ مگر چونکہ یقین تھا کہ مہاتما گاندھی فیصلہ کے منتظر ہوں گے۔ لہٰذا ملاقات کو ضروری سمجھا گیا اور ساڑھے بارہ بجے برلا ہاؤس پہونچے۔ مہاتما گاندھی سو[1] کر اٹھ چکے تھے اور وہ ان کے پہونچنے کے منتظر تھے۔

جیسے ہی علم ہوا فوراً اپنی آرام گاہ میں بلا لیا۔ اور گفتگو شروع کر دی۔

---

[1] مہاتما گاندھی ۱۱ بجے تک کام کرتے تھے اور گیارہ کے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹے آرام کرتے تھے۔ یہ معینہ پروگرام تھا۔

Marfat.com

اثنا گفتگو میں آپ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔
میں تو ان کا (رہنمایان جمعیۃ علماء ہند کا) قیدی ہوں۔ اگر یہ اجازت دینگے تو میں سیوا گرام جاونگا۔

حضرت مولانا احمد سعید صاحب حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا ۔ ہمارے خیال میں دو ہفتہ کے لئے آپ کے جانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ آپ ضرور تشریف لے جائیے مگر ۱۵ فروری تک دہلی واپس تشریف لے آئیے۔

مہاتما گاندھی نے فرمایا :۔ ضرور ضرور۔ میں ۱۵ تک دہلی پہونچ جاونگا اگر کوئی آسمانی یا شیطانی آفت نہ آئی۔

یہ حضرات روانہ ہونے لگے اور برلا ہاؤس سے باہر نکل کر کار میں بیٹھنے والے تھے کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو دوبارہ بلوایا۔ مولانا موصوف واپس پہونچے تو مترجم قرآن شریف کی تین جلدیں مولانا موصوف کے حوالہ کردیں۔ یہ قرآن شریف غالباً مطالعہ میں رہا کرتا تھا۔

آج کی گفتگو بہت دلچسپ تھی۔ خوش طبعی اور ظرافت کی باتیں بھی ہوتی رہیں۔ مگر کیا معلوم تھا کہ چند گھنٹہ بعد شیطانی آفت اس تمام مسرت کو رنج و الم سے بدل دیگی۔

برلا ہاؤس کے احاطہ میں عظیم الشان کوٹھی سے تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر ایک چبوترا بنا ہوا ہے۔ جس پر کم و بیش دو ہزار آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ چبوترے کے ایک جانب سہ دری بنی ہوئی ہے۔

شام کی پرارتھنا کا جلسہ اسی چبوترہ پر ہوا کرتا تھا۔ سہ دری کے قریب تخت

پرگاندھی جی بیٹھا کرتے تھے۔

پانچ بجے کے بعد حسب معمول گاندھی جی اپنے عبادتی جلسہ میں جانے کے لئے کوٹھی سے نکلے۔ راستہ طے کیا۔ پھر چبوترہ پر چڑھ کر اپنے تخت کی طرف جارہے تھے کہ حاضرین کی دورویہ صف میں سے ایک نوجوان نکل کر سامنے آیا دونوں ہاتوں سے ڈنڈوت کیا۔ پھر چرن لینے کے لئے جھکا۔ جھکتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈال کر بھرے ہوئے ریوالور کو سنبھالا اور سیدھا ہوا تو دفعۃً فائر شروع کردیئے۔ پہلی گولی نے سینہ کی ہڈی توڑ دی۔ دوسری اور تیسری گولی پیٹ کو پار کرگئی۔ گاندھی جی زمین پر گر پڑے۔ چند منٹ بعد قفس عنصری سے روح پرواز کرگئی۔

قاتل گرفتار کرلیا گیا۔ قاتل نے اپنا نام ناتھورام بتایا ضلع پونہ کا رہنے والا اور پونہ ہندو مہاسبھا کا عہدہ دار۔

بجلی سے زیادہ تیزی کے ساتھ یہ خبر دلی میں پھیل گئی اور چند منٹ بعد ریڈیو نے تمام دنیا کو اس المناک حادثہ کی دیگر ماتکدہ بنادیا۔

دلی میں ہر شخص سراسیمہ تھا۔ رنج والم کے ساتھ خوف وہراس بھی چھایا ہوا تھا۔ خیال تھا کہ شاید اس قتل کی پشت پر کسی عام بلوہ کی اسکیم ہو۔ چنانچہ محلوں کے پھاٹک بند کردیئے گئے۔ گلیوں اور کوچوں کی ناکہ بندی کرلی گئی اور حکومت نے بھی فوراً توجہ کرکے ملیٹری کا معقول انتظام کردیا۔ مسلح فوجی دستوں نے شہر میں گشت لگانی شروع کردی۔

یہی حال تقریباً ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں کا تھا۔ آج

Marfat.com

ہندو مسلم تفرقہ ختم ہو گیا تھا۔ ہر شخص شریک غم تھا اور وقف ماتم۔ صرف بمبئی کے ایک محلہ میں اس غلط شہرت کی بنا پر کہ قاتل مسلمان ہے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے۔ چند مسلمان مقتول اور مجروح ہوئے لیکن فوراً ہی جب حقیقت کا انکشاف ہو گیا تو یہ غلط رویہ بھی ختم ہو گیا۔

البتہ راشٹریہ سیوک سنگھ اور ہندو مہا سبھا کے کچھ کٹر قسم کے افراد وہ تھے جو اس عالمگیر حادثہ پر بغلیں بجا رہے تھے۔

حادثہ سے تھوڑی دیر بعد دفتر جمعیۃ علماء میں ایک اطلاع موصول ہوئی کہ کچھ لوگ (جو مسلمان نہیں تھے) سائیکل پر جا رہے تھے اور مستانہ انداز میں کہہ رہے تھے گاندھی مر گیا۔ مر گیا۔ مر گیا۔

اسی طرح اسی ٹائپ کے لوگوں نے مٹھائیاں بھی تقسیم کیں۔ جو بعد میں گرفتار کئے گئے۔ جبکہ حکومت نے فرقہ واریت کے خلاف قدم اٹھایا۔

بہر حال ہزاروں لاکھوں میں ایک دو مثالیں ایسی بھی تھیں ورنہ عام طور پر ہر ایک دل پژمردہ تھا اور ہر مکان ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔

اور صرف انڈیا میں یہ حال نہیں تھا۔ بلکہ پاکستان کی حالت بھی یہی تھی مخدوم شاہد صاحب بنوری نے اطلاع دی تھی کہ

آج ساری دنیا کے ساتھ ساتھ مملکت پاکستان کا پرچم بھی سرنگوں ہے۔ ساری مملکت میں سوگ ہے۔ لوگوں کے چہرے اتنا رہے ہیں۔ ہر شہر اور ہر قریہ میں تعزیتی اجتماعات ہیں۔ ہر ہوٹل۔ دوکان۔ مکان۔ اور جہاں بھی سرکاری ریڈیو ہیں سب گاندھی جی کی ارتھی کا آنکھوں دیکھا حال سنا رہے ہیں اور لوگوں کی بھیڑ ہے جو

Marfat.com

اشکبار آنکھوں سے آواز پر ٹوٹی پڑتی ہے۔ ارتھی کے روز صبح کی خبروں میں پاکستان ریڈیو کے اناؤنسر نے جس غمناک لہجہ میں لوگوں کو یہ وحشتناک خبر سنائی اس نے ہر شخص کو آبدیدہ کر دیا۔ پاکستان ریڈیو نے اپنا تمام وقت گاندھی جی کی یاد میں گذارا۔ نوحے پڑھے گئے۔ تعزیتی جلسوں کا "آنکھوں دیکھا حال" اور ماتمی تقریریں براڈ کاسٹ کی گئیں۔ اسی ریڈیو نے گاندھی جی کے احترام میں ان کا محبوب عبادتی بھجن پڑھا۔

رگھو پتی راگھو راجہ رام　　پتی ات پاون سیتا رام
الشور اللہ تیرا نام　　سب کو سم پتی دے بھگوان

اور ایک دوسرا بھجن ؎

دیا کرو بھگوان سب پر دیا کرو بھگوان

اپنی پوری شان کے ساتھ سنایا۔ اس روز غالباً پہلی بار اس ریڈیو نے مسٹر کی بجائے گاندھی جی کو مہاتما گاندھی کے نام سے یاد کیا۔ پاکستان ریڈیو سے بار بار کہا گیا۔ کہ "گاندھی جی کے لئے آج عالم انسانیت اشکبار ہے وہ انصاف کے دیوتا تھے اور اپنی ذات میں برائیوں کی تردید کا مجسمہ تھے"۔ اس روز غالباً تاریخ میں پہلی بار "لیگ اور احرار" کے لیڈر ایک سٹیج پر جمع ہوئے۔

اسی طرح پاکستان میں منعقد ہونے والی سندھ کی سب سے پہلی اسمبلی کا اجلاس جب کراچی میں منعقد ہوا تو وزیر اعظم سندھ کی تحریک پر اسمبلی نے ماتمی ریزولیوشن پاس کیا۔ جس کے بعد سب ممبر تعظیم کے لئے کچھ دیر کے لئے کھڑے رہے۔ پاکستان کے عام باشندوں کے ساتھ ساتھ ملک کی باقاعدہ فوج نے بھی گاندھی جی کو خراج عقیدت پیش کیا۔

Marfat.com

۳۰ رفروری کو وزیر اعظم پاکستان کے حکم سے ۱۳ بجے دن انفنٹری برگیڈ کی پریڈ کے موقعہ پر ساری فوج ہندوستان کے سب سے بڑے فرزند کی یاد میں دو منٹ تک خاموش کھڑی رہی۔ اس باقاعدہ رسم کے علاوہ بھی ہزاروں فوجی افسروں اور نیک دل سپاہیوں نے پاکستان کے عام شہریوں کے ساتھ "قومی ماتم" کا یہ دن دکھ اور افسوس سے گذارا۔ لاہور۔ سارا مغربی پنجاب، سندھ اور صوبہ سرحد کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہڑتال رہی جس کے لئے مغربی پنجاب کے وزیر اعظم نے اپیل کی تھی۔ ہزاروں مسلمانوں نے آج روزہ رکھا۔ اور اپنی مذہبی روایات کے مطابق گاندھی جی کے لئے خیرات دی۔ صوبہ مسلم لیگ کے صدر میاں افتخار الدین ارتھی میں شمولیت کے لئے لاہور سے دہلی گئے اور لیگی جھنڈے بھی احترام کے لئے جھکے رہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے تمام جھنڈے بھی ساری مملکت میں تین دن تک سرنگوں رہے۔

گاندھی جی کے عزیز دوست سرخ پوش رہنما فخر افغان خان عبدالغفار خان نے جنھیں سرحدی گاندھی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ دن نہایت دکھ اور افسوس سے گذارا۔ سرحد کے کونہ کونہ سے لوگ بادشاہ خان کے پاس تعزیت کے لئے آئے۔ تحریک کے مرکز سرور یاب میں آج تک گاندھی جی کی تعزیت کے لئے آنیوالوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ لوگ سرحدی اور اسلامی روایات کے مطابق تعزیت کیلئے فخر افغان بادشاہ خان کے پاس آتے ہیں۔ خود بادشاہ خان کو گاندھی جی کی موت سے سخت دکھ پہنچا ہے اور وہ اس صدمہ سے اکثر مضمحل رہتے ہیں

لہ یہ ان کا جذبہ تھا۔ مضمون نگار کا منشاء واقعات کا اظہار ہے اس کو فتویٰ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

سرحد کے تمام قبائلی لیڈروں نے گاندھی جی کی وفات کو بری طرح محسوس کیا۔ فقیر ایپی صاحب اور حاجی صاحب اورک زئی نے روزہ رکھا اور مختلف مقامات اور مسجدوں میں گاندھی جی کی زندگی پر تقاریر اور ہندوستان کے لئے دعائیں کی گئیں۔ آزادی ہند کے ساتھ جب ملک تقسیم ہوا تو دو ملکوں کے ساتھ ہی ایک تیسری قوم بھی عالم وجود میں آئی۔ جسے آج کل کی زبان میں پناہ گزیں یا شرنارتھی کہتے ہیں۔ گاندھی جی کی موت سے ملک کے دونوں حصوں میں اس مہاجر قوم اور ان لوگوں کی ایک گرانمایہ اور گم شدہ متاع "اغوا شدہ عورتوں" پر بھی بجلی گری۔ یہ شریف گھرانوں کی بیٹیاں جو آج ملک کے دونوں حصوں میں قوم کے "اوباش لٹیروں" کا کھلونا بنی ہوئی ہیں دوبارہ واپسی کی بھاری امیدیں تھیں جب لوگوں نے گاندھی جی کی موت کا حال سنا تو ان دکھی لوگوں کی آس ٹوٹ گئی ہونٹ خشک اور چہرے مرجھا گئے۔ اور وہ لوگ جنھیں ہجرت کی آب و ہوا راس نہ آئی تھی۔ زار و قطار روتے دیکھے گئے۔ پاکستان کی حکومت اور لوگوں نے جس خلوص اور دلی دکھ کے ساتھ اس حادثہ کو محسوس کیا ہے۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو قوموں اور دونوں حکومتوں میں کبھی کوئی اختلاف ہی نہیں تھا۔

ماخوذ از اخبار ہند دہلی۔ مورخہ ۲۰ فروری ۴۸ء

مختصر یہ کہ پورا ہندوستان اپنے کسی فرزند کی موت پر اتنا کبھی نہیں رویا ہوگا جتنا کہ آج رویا۔ یکم فروری کی صبح کو ۱۰ بجے برلا ہاؤس سے ارتھی اٹھائی گئی اور جمنا کے کنارہ اس کو لے جا کر ہندو رسم کے بموجب نذر آتش کیا گیا۔ تقریباً تین میل راستہ کے دونوں طرف لاکھوں انسانوں کے ٹھٹ کھڑے ہوئے تھے اور اگر

Marfat.com

پولس اور فوج پوری مستعدی سے انتظام نہ کرتی تو خدا جانے کتنے انسان پاؤں میں کچل کر مارے جاتے۔

جب ارتھی کو نذر آتش کیا جا رہا تھا تو لاتعداد انسانوں کا مجمع کئی میل کے رقبہ کو اس طرح پاٹے ہوئے تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔

بہرحال یہ تاریخ بھی آئی اور گذر گئی۔ کل شیٔ ھالک الا وجھہٗ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی نے اجلاس بمبئی کے خطبۂ صدارت[1] میں فرمایا تھا

گاندھی جی کا حادثہ آزاد ہندوستان کی پیشانی پر کلنگ کا ٹیکہ ہے۔ لیکن اطالوی اخبار (یونٹا) کے اس الزام کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ "یہ سفاکانہ واردات صرف ایک آدمی کی دیوانگی کا نتیجہ نہیں بلکہ اس میں برطانوی استعمار کا ہاتھ کارفرما ہے۔ یہ اسی استعمار کی اشتعال انگیزی کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں برطانوی خفیہ سروس کے آدمی موجود ہیں اور وہ اپنا کام کرنا جانتے ہیں۔ اس واردات میں یقیناً ان کا ہاتھ ہے۔ عراق۔ مصر۔ فلسطین۔ موگادیشیو (اٹلی) کے مقتولین اور یہ "مقتول مہاتما" سب کے سب جارج ششم کے تاج کے ہیرے ہیں۔ یہ سب کچھ اسی سوشلسٹ کہلانیوالے وزیر "مسٹر بیون"

---

[1] ملاحظہ ہو۔ خطبہ صدارت اجلاس عام مرکزی جمعیۃ علماء ہند۔ منعقدہ ۲۶ ر ۲۷ ر ۲۸ اپریل ۱۹۴۸ء بمقام بمبئی۔

کی کارگذاریوں کا مسرت انگیز نتیجہ ہے۔

انقلاب (لاہور) ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ۔ ۵ فروری ۱۹۴۸ء

جمعیۃ علماء ہند کی سیاسیات سے علیحدگی

اس باب میں حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے خطبہ صدارت کا اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ مستند طور پر پوری وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ سامنے آجائے۔

حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا:۔

جمعیۃ علماء ہند ہمیشہ سیاسیات میں ہندو مسلم اشتراک و اختلاط کی قائل رہی ہے۔ چنانچہ اس نے ہمیشہ مسلمانوں کو ملک کی مشترک جماعت "کانگریس" میں شرکت کی دعوت دی۔ عقل و قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب ہندو مسلمانوں کے ملکی اقتصادی اور شہری مفادات مشترک ہیں تو ان کی سیاست بھی مشترک ہو اور سیاسی پلیٹ فارم بھی اشتراک و اختلاط کا پلیٹ فارم ہو۔ جب میونسپل بورڈ ڈسٹرک بورڈ۔ کونسلیں اور اسمبلیاں مشترک ہیں۔ ان کے ایوانوں میں ہندو اور مسلمان مل کر بیٹھتے ہیں۔ مشترک طور پر ان کے عہدہ داران اور سب کمیٹیوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ مشترک طور پر رائے دے کر کسی قانون کو منظور یا مسترد کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ سیاسی اور ملکی حقوق کی تحصیل و حفاظت کا پلیٹ فارم مشترک نہ ہو۔

عقل و قیاس کا فیصلہ یہ بھی ہے کہ ان مشترک جماعتوں کا انتخاب بھی مشترک اور مخلوط ہو۔ جداگانہ انتخاب ان جماعتوں کے نیچر اور فطرت کے سراسر خلاف ہے۔ ہندوستان کبھی بھی سیاسی اور ملکی معاملات میں ہندو مسلم تفریق و امتیاز

کا قائل نہیں ہوا۔ اس کی حکومتیں خواہ مسلم حاکم کے زیر اثر رہی ہوں یا ہندو فرمانروا کے زیر نگیں کبھی بھی افتراق و امتیاز سے آشنا نہیں ہوئیں۔

اکبر بادشاہ کی قوم پرستی کسی تحریر و تفصیل کی محتاج نہیں۔ جہانگیر بادشاہ کا عدل و مساوات بھی تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اسکے توپخانہ کے افسر اعلیٰ راجہ بکرماجیت تھے جن کے ماتحت پچاس ہزار توپچی اور تین ہزار توپیں رہتی تھیں۔

اورنگزیب عالمگیر کو کٹر مذہبی کہا جاتا ہے۔ مگر جب اس سے کہا گیا کہ حکومت کا منصب کسی غیر مسلم کو سپرد نہ کیا جائے تو اس نے نہایت تعجب اور حیرت سے اس اعتراض کو سنا اور کہا کہ یہ کیا بے نیازی سے جواب دیا۔ دنیا کے انتظامی امور میں منصب کا مدار قابلیت ہوتی ہے۔ مذہب کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ اس کے بڑے بڑے منصبداروں میں ساہو لیسر راجہ سبتا۔ جے سنگھ جسونت سنگھ۔ سیواجی کے داماد راجندجی اور انکے علاوہ بڑے بڑے راجپوت اور ہندو تھے جنکی تعداد بقول منشی کیول رام بٹالوی سو سے زیادہ تھی (ملاحظہ ہو تاریخ تذکرۃ الامراء) مہاراجہ رنجیت سنگھ جیسے کٹر مذہبی راجہ کی وزارت میں ہندو اور سکھوں کی طرح مسلمان شریک تھے۔ پیرزادہ عزیز الدین وزیر تھے اور الٰہی بخش توپخانہ کے سردار۔ مرہٹوں کے توپخانہ کا اعلیٰ افسر ابراہیم کردی تھا اور حضرت سید احمد صاحب شہید رح نے اپنے توپخانہ کا افسر راجہ رام راجپوت کو بنایا (لارڈ ولیم بنٹنگ نے ۱۸۳۲ء کی تقریر میں ڈبلیو۔ ایم ٹارنس نے اپنی کتاب ایشیا میں شہنشاہیت۔ سر لی رام آف بنگال نے اپنی تصنیفات میں اور پنڈت سندلال آف الہ آباد نے اپنی کتاب بھارت میں انگریزی راج میں ایسی بہت سی مثالیں اور نظیریں پیش کی ہیں جن سے ہندو مسلمانوں کے باہمی بہتر تعلقات اور آپس کے اعتماد پر روشنی پڑتی ہے) الغرض یہ ہے کہ ہندوستان کے حکمراں ہمیشہ اس اصول کے حامی رہے کہ ملا و ملا اور حکومت کرو۔

حتیٰ کہ سلطنت مغلیہ کے بانی بابر بادشاہ نے اپنے بیٹے ہمایوں کو وصیت کی تھی۔ اے پسر

Marfat.com

سلطنت ہندوستان مختلف مذاہب سے پُر ہے۔ الحمدللہ کہ اس نے اسکی بادشاہت تمہیں عطا فرمائی تمہیں لازم ہے کہ تمام تعصبات مذہبی کو لوح دل سے دھو ڈالو۔ اور عدل و انصاف کرنے میں ہر مذہب و ملت کے طریق کا لحاظ رکھو۔ جسکے بغیر تم ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ اس ملک کی رعایا مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ ہی سے مرہون ہوتی ہے جو قوم یا ملت حکومت کی مطیع اور فرمانبردار رہے اسکے مندر اور زیارتیں برباد نہ کئے جائیں عدل و انصاف ایسا کرو کہ رعایا بادشاہ سے خوش رہے ظلم و ستم کی نسبت احسان اور لطف کی تلوار سے اسلام زیادہ ترقی پاتا ہے شیعہ و سنی کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ اسلام کمزور ہو جائیگا۔ جس طرح انسان کے جسم میں چار عناصر مل جل کر اتحاد و اتفاق سے کام کر رہے ہیں اسی طرح مختلف مذاہب رعایا کو ملا جلا رکھو اور ان میں اتحاد میل پیدا کرو۔ تاکہ جسم سلطنت مختلف امراض سے محفوظ و مامون رہے۔ سرگزشت تیمور کو جو کہ اتفاق و اتحاد کا مالک تھا اپنی نظر کے سامنے رکھو۔ تاکہ نظم و نسق کے معاملات میں پورا تجربہ ہو (خفیہ وصیت ظہیر الدین محمد بابر شاہ بنام شہزادہ نصیر الدین محمد ہمایوں اطال اللہ عمرہ محررہ بمقام استحکام و استقامت سلطنت[1])

اسی اشتراک و اختلاط کا نتیجہ تھا کہ ہندو مسلمانوں کی آبادیاں مشترک ہیں۔ بازار مشترک ہیں عام کاروباری زندگی مشترک ہے۔ حتیٰ کہ اس اشتراک نے ایک مشترک زبان کے ایجاد پر مجبور کیا اور اس تقرب سے اردو یا "ہندوستانی" زبان عالم وجود میں آئی۔

اس مشترک زبان کے ایجاد میں جو خوشگوار تعلقات کے ترجمان کی حیثیت رکھتی ہے، ہندوستان کے جلیل القدر شیخ یعنی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی (قدس اللہ سرہ العزیز) نے قابل حصہ لیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے خاص احباب کی ایک جماعت بنائی اور اسکو ہدایت کی

---

[1] ڈاکٹر بال کرشن پرنسپل راجہ رام کالج کولاپور نے فارسی زبان کی قدیم تحریر حاصل کی تھی جس کا ترجمہ روزنامہ اخبار خلافت بمبئی مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۲۶ء ص ۵ میں شائع ہوا تھا۔

Marfat.com

کہ ایسی زبان تیار کریں کہ ہندوستان کے رہنے والے ہندو اور باہر کے آئے ہوئے مسلمان اسکے ذریعہ لین دین اور دوسری ضرورتوں کی بات چیت کر سکیں۔ اس کمیٹی کے ارکان نو تھے۔ چار ہندو۔ ہربدیو۔ سیتل دیو۔ جوتل دیو۔ سنبھل دیو۔ اور پانچ مسلمان' امیر خسرو۔ خواجہ سید محمد۔ خواجہ حسن سنجری۔ خواجہ سید موسیٰ اور خواجہ سید رفیع الدین ہارون۔

امیر خسرو کی مشہور کتاب "خالق باری" اسی حسن تعلق کی یادگار ہے جو آجتک بچوں کو پڑھائی جاتی ہے۔ برطانیہ کا دور حکومت سب سے پہلا دور تھا جس میں "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی نامبارک پالیسی اختیار کی گئی اس تخم خبیث کو بار آور کرنیکے لئے بہت سے مٹے ہوئے نشانات ابھارے گئے اور نئے نئے اختلافی مسائل پیدا کر کے اس تخم خبیث کی آبیاری کی گئی۔

مسٹر نبدری ایلیٹ اور مسٹر کیمسن مامور کئے گئے کہ تاریخ میں اختراعات کریں اور فرقہ وارانہ نقطۂ نظر کی بنیاد پر پرانے واقعات کو مسخ کر کے نئی تاریخ مرتب کریں اس مسخ کردہ تاریخ کو کورس میں داخل کر کے نوجوانوں کے دماغوں کو مسموم کیا گیا۔

اردو ہندی کا قصہ چھیڑ کر ملی جلی خوشگوار تہذیب کے جگر پر نشتر لگایا گیا اور اس قسم کے مہلک اور تباہ کن مسائل کی زہر افشانی کو مسلسل جاری رکھنے اور اتحاد و اتفاق کی کوششوں کو پیہم شکست دینے کیلئے جداگانہ انتخاب کا نرالا طریقہ جاری کیا گیا۔

جب ہم اس مطالبہ اسکے پیش کرنے اور اسکی منظوری کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو صاف نظر آتا ہے خود کوزہ خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔

یعنی برطانوی مفاد کے ایجنٹوں نے خود ہی مطالبہ ایجاد کیا خود ہی درخواست لکھی خود ہی اپنے کانسلیس مسلمانوں کا ایک وفد مرتب کیا جو شملہ حاضر ہوا اور پھر اسکے مطالبہ کو منظور کر کے مسلمانوں پر احسان عظیم رکھا گیا اور اسطرح مسلسل احسانات کے ذریعہ سے اتحاد و اتفاق کی تعمیر کو خاکستر کر کے دلوں کی سرزمین

Marfat.com

میں بغض و عناد کا زہر جو الامکی تیار کیا گیا جسکا پہلا نتیجہ مطالبہ پاکستان تھا دوسرا نتیجہ وہ عبرتناک اور نہ ختم کشت و خون جو ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء سے شروع ہوا جس نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ایک کروڑ سے زائد انسان بے خانماں ہوئے اور مہاتما گاندھی جیسا عظیم المرتبت انسان بھی بھینٹ چڑھ گیا۔

محترم بزرگو اور دوستو! جب ہندوستان میں جداگانہ انتخاب کا فرقہ وارانہ اور غیر فطری طریقہ رائج تھا اور انتخاب کے موقع پر فرقہ وارانہ مسائل کو ابھار کر کامیابی کا مستحق اسی کو سمجھا جاتا تھا جو زیادہ سے زیادہ متعصب تنگ نظر اور فرقہ پرست ہو تو مجبوراً قوم پرور جماعتوں کو بھی فرقہ واریت کے میدان میں آنا پڑتا تھا۔ تاکہ فرقہ وارانہ زہر کو جہاں تک ممکن ہو کم کر سکیں اور جداجدا پلیٹ فارموں سے وہ مشترک ملکی مسائل پیش کر سکیں جو درحقیقت انتخاب کا معیار ہونے چاہئیں۔

۱۹۳۷ء کے بعد انڈین نیشنل کانگریس اسقدر رسوخ ملک میں حاصل کر چکی تھی کہ صحیح مینوفسٹو پیش کر کے انتخاب میں کامیابی حاصل کر لینی تھی لیکن بدقسمتی سے مسلم ضلعوں میں اسکو یہ اقتدار حاصل نہ تھا۔ لہذا مسلم حلقوں میں قوم پرور مسلمانوں نے جمعیۃ علماء ہند کی زیر قیادت یہ خدمت انجام دی اور انتخابات کے موقعہ پر صحیح مینوفسٹو مسلمانوں کے سامنے رکھا اور اس پر رائے دینے کا مطالبہ کیا۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد جبکہ ہندوستان اپنی قسمت کا خود مالک ہو گیا ہے اور انڈین یونین کی دستور ساز اسمبلی جداگانہ انتخاب کی لعنت کو انڈیا سے ختم کر چکی ہے تو قدرتی طور پر جمعیۃ علماء ہند بھی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئی جو اس نے مجبوراً اپنے سر لی تھی۔ لہذا اسکی مجلس عاملہ کی فروری کے اجلاس میں اعلان کر چکی ہے۔

"جمعیۃ کا دائرہ عمل آئندہ صرف مذہبی تمدنی اور تعلیمی حقوق و فرائض کے دائرہ میں محدود رہیگا"

۲۲ مارچ کو جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دہلی نے مجلس عاملہ کے اس فیصلہ کی تصدیق بھی کر دی اور اب یہ اعلان اس کا مسلمہ اصول بن چکا ہے۔

Marfat.com

اسکے بعد حضرت صدر مدظلہ العالی نے جمعیۃ علماء کی موجودہ ذمہ داریوں کا تذکرہ فرمایا ہے' اور مذہبی تعلیم۔ نظام تعلیم۔ تحفظ اوقاف کی طرف توجہ دلائی ہے جو انڈین یونین میں ملت اسلامیہ کے بقاء و تحفظ کیلئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں خطبہ کے آخر میں حضرت مدظلہ العالی نے مسلمانوں کے سامنے اخلاقی پروگرام پیش فرمایا ہے تیمناً و تبرکاً اس پروگرام کو ضمیمہ اوراق بناتے ہیں اور یہی مبارک پروگرام اس کتاب کا خاتمہ ہوگا۔ حضرت محترم فرماتے ہیں۔

انڈین یونین میں مسلمانوں کا مستقبل

درست ہے کہ ہندوستان کی تقسیم نے جس عزیز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا لیکن اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں کیلئے یہ تقسیم تباہ کن ثابت ہوئی ہے۔

وطن عزیز کا صرف آٹھواں حصہ کٹ کر جدا ہوا ہے لیکن مسلمانوں کا نصف سے زائد حصہ جدا ہو گیا۔ اسمبلی میں تناسب پہلے سے گھٹکر تقریباً آدھا رہ گیا ہے۔ اسمبلیوں کونسلوں اور ملازمتوں میں پہلے ۳۰ یا ۳۳ فیصدی حقوق حاصل تھے۔ اب وہ ۱۳ یا ۱۴ فیصدی رہ گئے ہیں۔ تجارت کے سلسلہ میں جو حیثیت حاصل تھی۔ اسکو ناقابل تلافی نقصان پہنچ چکا ہے لیکن ان تمام نقصانات کے باوجود امید ہے کہ انڈین یونین کے مسلمانوں کا مستقبل تاریک نہیں ہوگا۔

انڈین یونین کی دستور ساز اسمبلی طے کر چکی ہے کہ ہند کا نظام حکومت جمہوری ہوگا اور اسکی بنیاد کسی خاص فرقہ کے مذہب پر نہیں ہوگی۔ انتخابات میں مسلمانوں کیلئے بقدر تناسب آبادی نشستیں مخصوص کیے باقی بزعم خود کا حق دے چکی ہے۔ ملازمتوں میں ایک تناسب معین کر کے قابلیت کے معیار پر مزید اضافہ کا حق تسلیم کر چکی ہے صوبائی اور مرکزی وزارت میں مسلم وزراء موجود ہیں اور جن صوبوں میں اسوقت مسلم وزراء نہیں ہیں توقع ہے کہ آئندہ انتخابات اس خامی کو دور کر دینگے۔

عام شہری زندگی کے لحاظ سے جو تلخی اس وقت موجود ہے وہ عارضی ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو سالہ تفرقہ انگیز برطانوی پالیسی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے اور گذشتہ دس سال کی رجعت اشتعال انگیز تحریک

نے اسکو ہوا دی ہے سرِ دست ہے مخلوط انتخاب بہت جلد خلیج کو پاٹ دیگا اور یہ تلخی خوشگوار تعلقات کی شیرینی سے بدلی جائیگی۔

یہ تمام حالات مستقبل کے متعلق ہمیں امید دلا رہے ہیں۔ البتہ اگر مسلمانوں کی خواہش ہے کہ ان کا مستقبل زیادہ شاندار اور روشن ہو تو ان کا فرض ہے کہ اپنے عمل اور کردار سے اپنی اہمیت اور افادیت کو ثابت کریں۔ انڈین یونین کیلئے جسقدر وہ زیادہ مفید ثابت ہوں گے اتنی ہی ان کی عزت اور وقعت ہوگی جمہوری نظام حکومت میں نسل مذہب یا خاندان ترقی کا مدار نہیں ہوتا۔ خدمت اور قابلیت معیار ترقی ہوا کرتا ہے۔ ملک و ملت کی خدمت کا صحیح جذبہ پیدا کریں۔ بہترین خدمت کی قابلیت پیدا کریں۔ لامحالہ کامیابی اور کامرانی ان کے ہم آغوش ہوگی۔

تقسیم ہندوستان نے مسلم مفادات کو بھی تقسیم کر دیا ہے جس طرح یہ ضروری نہیں کہ جو معاملہ پاکستان کیلئے مفید ہو وہ انڈین یونین کیلئے بھی مفید ہو بلکہ بسا اوقات پاکستان اور ہند کے مفاد میں تضاد پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جو معاملہ پاکستانی مسلمانوں کیلئے مفید ہو وہ انڈین یونین کے مسلمانوں کیلئے بھی مفید ہو بلکہ ممکن ہے کہ کوئی معاملہ پاکستانی مسلمانوں کیلئے مفید ہو اور انڈین یونین کے مسلمانوں کیلئے تباہ کن ہو جب مفادات میں اسطرح تضاد ہو تو سوال یہ ہے کہ ہمیں انڈین یونین کے مسلمانوں کے مفاد کا لحاظ رکھنا ہوگا یا پاکستانی مسلمانوں کے مفاد کا۔ ظاہر ہے کہ ہم پر پاکستانی مسلمانوں کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ وہ خود اپنے ذمہ دار ہیں۔ ہم پر انڈین یونین کے تقریباً چار کروڑ مسلمانوں کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہمیں ہر موقع پر وہ صورت اختیار کرنی ہے جو انڈین یونین کے مسلمانوں کیلئے مفید ہو۔

ہماری خواہش یہی ہے کہ انڈین یونین اور پاکستان کے تعلقات خوشگوار اور زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوں لیکن اگر کسی موقع پر ان دونوں کے نقطہائے نظر میں اختلاف ہو تو ہمیں اسی اصول کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ہوگا۔ ہمارا سیاسی فریضہ بھی یہی ہے اور یہی اخلاقی اور مذہبی فرض ہے۔

ہم اسلامی تعلیمات کا گہری نظر سے مطالعہ کرکے جسقدر اس پر صحیح طور سے عمل پیرا ہونیکی کوشش کرینگے اسی قدر ہم وطن عزیز کیلئے بہترین نام اسکے بہادر محافظ اور اسکے اہم ترین جز ثابت ہونگے۔ بیشک پاکستان بن جانیکے بعد مسلمان مجموعی طور پر بھی اور صوبجاتی حاظ سے بھی غیر موثر اقلیت بنکر رہ گئے ہیں لیکن کیا اقلیت کا مستقبل تاریک ہوتا ہے۔ اپنے زمانہ حکومت میں مسلمان اس سے کہیں کم تعداد کی مردم شماری آپ نام ہندوستان میں پا چکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عددی اکثریت یا اقلیت مستقبل کا مدار نہیں بلکہ مستقبل کا مدار اہل ملت کے کردار اعمال اور اخلاق پر ہے۔ آج جو کچھ مسلمانوں کی تعداد اور آپکی کمی آثار آپ ہندوستان میں دیکھ رہے ہیں کیا یہ کثرت اکثریت کے باقیات ہیں۔ یا سیف و سناں کے کارناموں کی یادگار۔؟

بیشک ہندوستان میں کروڑ سے زیادہ مسلمانوں نے حکومت کی۔ مگر کثرت تعداد انکی شوکت و حشمت کا نتیجہ نہیں۔ یہ نتیجہ ہے ان پاکباز بندگان خدا کے اخلاق کا۔ جنہوں نے اسلامی تعلیمات کا نمونہ بنکر دوسروں کے دلوں میں جگہ کی۔ ان بتوں بسنا۔ انسانوں نے دوسروں کی جاگیروں اور ملکیتوں پر قبضہ نہیں کیا بلکہ اپنے خصائل و شمائل سے انکے دلوں کو مسخر کیا۔ دماغوں کو گرویدہ کیا اور ان کے جذبات کو اس درجہ فریفتہ کیا کہ جو پرائے تھے اپنے بن گئے اور جو بیگانہ تھے یگانہ ہو گئے۔ آج اسلامی تعلیمات قرآن حکیم کے حکم و مواعظ ربانی ارشادات آپ کے سامنے ہیں اگر آپ صحیح طور پر ان پر عمل کریں تو تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا سکتی ہے اور ایسے پاک نفوس سامنے آسکتے ہیں، جو مرجع خلائق ہوں اور ہر فرقہ اور جماعت کے نیک سیرت انسان انکی تعظیم و تکریم پر مجبور ہوں۔

آج مسلمانوں کو جہاد کا لفظ یاد رہ گیا ہے مگر یہ یاد نہیں رہا کہ باشندگان مکہ جیسے معاندین اسلام اور دشمنان ملت کے مقابلہ میں صبر استقامت اور ضبط و تحمل کے ساتھ علیٰ اخلاق کے مظاہرہ کو جہاد کبیر فرمایا گیا ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيرًا۔

Marfat.com

اور خود اپنے نفس کے غیر صالح جذبات غلط خواہشات اور اخلاق رذیلہ کو پامال کرنے اور انکی بجائے صالح جذبات اور مکارم اخلاق سے مزین ہونیکو "جہاد اکبر" سے تعبیر کیا گیا تھا۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر۔

اس جہاد اکبر اور جہاد کبیر میں تیغ و تفنگ ہے۔ نہ خنجر و سناں بلکہ ان میں مضبوطی اور پختگی کے ساتھ عمل ہے ان ارشادات ربانی پر جو تیغ و تفنگ سے بدرجہا مفید اور توپ اور بندوق سے بہت زیادہ زود اثر ثابت ہوتے ہیں اور جن پر عمل پیرا ہونے کیلئے میدان جنگ سے کہیں زیادہ ضبط و تحمل اور صبر و استقلال سے کام لینا پڑتا ہے۔ حاضرین کرام ایک طرف اندازہ کیجئے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت رافت اور مہربانی کا جو آپ کو مخلوق خدا کے ساتھ تھی جسکی بنا پر ارحم الراحمین نے آپ کو "رؤف رحیم" کا لقب عطا فرمایا۔ دوسری جانب تصور کیجئے اس ظلم و ستم، جبر تعدی، وحشت و بربریت، بد خلقی اور بہیمیت کا جو آپکی حق و صداقت محبت و ہمدردی کے جواب میں مشرکین مکہ کی طرف سے پیش کی جاتی تھی پھر غور فرمایئے حضرت حق جل مجدہ کے ارشادات گرامی پر مثلاً اس جبر و قہر وحشت و بربریت کے جواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہوتی ہے۔

اصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل و توکل علی اللہ	صبر کرو جیسے کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر و استقامت سے کام لیا اور خدا پر بھروسہ کرو۔
دع اذاھم و توکل علی اللہ	ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کر دو اور خدا پر بھروسہ کرو
ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم	اپنے رب کے راستہ کی طرف دانشمندی اور پسندیدہ نصیحت کے ذریعہ سے دعوت دو اور بحث و مباحثہ میں وہ طرز اختیار کرو کہ وہی طرز سب سے بہتر ہو۔ مخالفین کی مدافعت ایسی پسندیدہ صورت سے کرو کہ وہی صورت سب سے بہتر ہو۔ اس طریق عمل کا نتیجہ تم یہ دیکھو گے کہ جس کو تم سے عداوت تھی وہ ایسا ہو جائیگا گویا گہرا دوست ہے۔

Marfat.com

اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ان ذالک من عزم الامور خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم

قائم رکھو نماز، سکھاؤ بھلی بات، منع کرو برائی سے اور برداشت کرو اس کو جو تم پر پڑے بیشک یہ ہیں ہمت کے کام۔ عادت بنالو درگذر کی حکم کرو بھلی بات کا اور کنارہ کرو نادانوں سے۔ اور اگر ابھارے تم کو شیطان کی چھیڑ تو پناہ مانگو اللہ سے۔ وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

اب غور فرمائیے کہ یہ ارشادات ہمیں کس درجہ ضبط و تحمل کی تلقین کرتے ہیں۔ ہمیں بار بار ہدایت ہو رہی ہے کہ درگذر اور معافی کو اپنی خصلت بنالیں چھیڑ خوانی کے مقابلہ میں چشم پوشی اختیار کریں۔ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں اور ہمیشہ جواب دہی کی وہ صورت اختیار کریں جو سب سے بہتر ہو۔ محترم بزرگو! اور دوستو! ایک طرف غور کیجئے گذشتہ دو سال کے واقعات پر اور پھر تلاوت فرمائیے اس ارشاد کو۔

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین (سورہ طٰہٰ ع ۱۹)

اے ایمان والو! قائم رہو انصاف پر اور گواہی دو اللہ کی طرف کی خدا ترسی (یعنی سچی) اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا۔

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی

جب بات کہو تو حق کہو اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو۔

(ع ۱۹ سورہ انعام)

اس قسم کی بہت سی آیتیں اور احادیث ہیں جو ایک انسان کو سب سے اونچا انسان بنا سکتی ہیں بشرطیکہ ان پر ہر وقت اور ہر حالت میں عمل پیرا ہو۔

آج مسلمان مایوس ہیں کہ ان کا اقتدار مٹ رہا ہے وہ حیران ہیں کہ مسلمان ہوتے ہوئے وہ اقتدار سے کیوں محروم ہوتے جارہے ہیں کیا خداوندی وعدے زائد المیعاد ہو گئے۔ یا یہ وعدے (معاذ اللہ) خداوندی وعدے نہیں کاش مسلمان سمجھیں اور غور کریں کہ لفظ مسلم کے ساتھ اقتدار کو لازم نہیں کیا گیا بلکہ اقتدار کی شرط اور اسکی غرض و غایت اعمال و اخلاق ہیں مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ

Marfat.com

ان کی کٹی ہوئی عظمت پھر لوٹے اور
اول یہ ہے کہ وہ زندگی کے اخلاق پیدا کریں
دنیا کا اقتدار عطا فرمایا گیا تھا تو اس کی غرض
اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا
بالمعروف ونھوا عن المنکر

ہے زندہ ہو تو شرط
علیہم اجمعین کو جب
تبدیل کریں گے
کریں گے
کریں گے۔

کیا اچھا ہو کہ مسلمان اس نکتہ کو سمجھ لیں اور اسلام
ڈال کر اسلامی اخلاق اسلامی احکام اور اسلامی تعلیمات
نصب العین بنالیں۔ خداوند عالم کی نصرت
درحقیقت ان اصول کی امداد ہوگی۔ جن کی
مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کو خداوند عالم نے خود اپنی
تعالیٰ۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
احب خلقہ سید المرسلین کما یحب ربنا ویرضیٰ عدد ما یحب
ربنا ویرضیٰ۔

محمد اعجاز

Marfat.com

عورت اور اسلام

از محمد میاں

حصہ دوم

شیخ اینڈ کمپنی

Marfat.com